



جامعہ دارالتقویٰ
لاہور کاترجمان

دارالتقویٰ

شعبان المعظم ۱۴۴۱ھ
اپریل 2020ء

شبِ براءت۔۔۔ فضائل و مسائل ماہ شعبان اور رمضان کی تیاری

حفاظ اور تراویح کے چند اہم مسائل خواتین کا ذوقِ عبادت

رمضان المبارک اور مکہ مکرمہ۔۔۔ 7 سو سال قبل کے حالات

*** قارئین کرام کے نام! ***

بمجدلہ تعالیٰ ”ماہنامہ دارالتقویٰ“ مسلسل اشاعت کی نو بہاریں دیکھ چکا ہے۔ آپ حضرات کی طرف سے ”ماہنامے“ کی ترویج و ترقی کیلئے دعاؤں کے ساتھ ساتھ بھرپور عملی تعاون پر ادارہ آپ کا ممنون ہے اور پُر امید ہے کہ آپ پہلے سے بڑھ کر اپنے حلقہ احباب اور اعزہ و اقرباء کو ترغیب کے ذریعے ”ماہنامہ“ کے مستقل قاری بنانے کی کوشش جاری رکھے ہوئے ہوں گے۔ آپ کا یہ عمل خیر کے پیغام کو دوسروں تک پہنچانے کا ذریعہ بن کر ”وتعاونوا علی البر والیتقویٰ“ اور ”امر بالمعروف ونہی عن المنکر“ پر ملنے والے اجر و جزا کا سبب ہوگا۔ ان شاء اللہ۔ آپ ایک سے زائد رسالے جاری کروا کر اپنے مرحوم والدین، رشتہ دار، اساتذہ اور جملہ مرحومین کے ایصالِ ثواب کا مستقل بندوبست فرما سکتے ہیں۔

ہماری روزانہ سے یہ کوشش رہی ہے کہ رسالے کے معیار کو بہتر سے بہتر بنایا جائے، جو مواد منتخب کیا جائے وہ مستند ہونے کے ساتھ ساتھ قارئین کی دنیا و عقبیٰ کے لئے نافع بھی ہو اور عمل پر بھی اُبھارے۔ اس معیار کو مزید بہتر بنانے کے لئے ادارہ آپ کی مفید و قابل عمل تجاویز کا خیر مقدم کرے گا آپ اپنی تجاویز ہمیں درج ذیل پتہ پر بھیج سکتے ہیں۔

دفتر ماہنامہ دارالتقویٰ الہلال مسجد چوہدری پارک لاہور
03005553616

email;monthlydarulataqwa@gmail.com

ہر ماہ باقاعدگی سے

شائع ہونے والا تربیتی

اصلاحی و تبلیغی رسالہ

ہر فرد
کے لئے

ہر گھر
کے لئے

کاروباری و تاجر حضرات اپنے کاروبار اور مصنوعات
کی موثر تشہیر کے لئے ”دارالتقویٰ“ کا انتخاب کریں

- * آپ کے کاروبار کی موثر تشہیر بھی۔۔۔
- * اور باعثِ اجر و ثواب بھی۔۔۔
- * آج ہی اپنی کاپی بک کرائیں۔

برائے رابطہ: 03005553616



ترجمان جامعہ دارالتقویٰ لاہور

ماہنامہ
دارالتقویٰ
لاہور

بدعا حضرت اقدس ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

جلد 9 شعبان ۱۴۴۱ھ -- اپریل 2020ء شماره 8

زیر سرپرستی

حضرت مولانا عثمان صاحب

حضرت مولانا یوسف خان صاحب مدظلہ

حضرت مولانا عامر رشید صاحب

حضرت مولانا جمیل الرحمن صاحب

مجلس مشاورت

حضرت مولانا اویس احمد صاحب

مدیر

مولانا عبدالودود ربانی

مدیر مسئول

مفتی محمد اسامہ مولانا ذوالکفل

مجلس ادارت

اپریل 2020ء

فہرست

ماہنامہ دارالتقویٰ

اداریہ
5 کورونا وائرس کے حوالے سے امت مسلمہ کے نام اہم پیغام مدیر مسؤل

فی شمارہ: ۳۰ روپے
سالانہ بدل خرچ: ۳۵۰ روپے

خط و کتابت کا پتہ

درس قرآن

واقعه معراج
9 مفتی عاشق الہی بلند شہری

دفتر ماہنامہ دارالتقویٰ

متصل جامع مسجد الہلال

چو برجی پارک لاہور

مقالات و مضامین

سالانہ رسالے کے اجراء کے لیے
مذکورہ پتہ پر مئی آرڈر کریں

20 ماہ شعبان اور رمضان کی تیاری امام مسجد نبوی شریف

25 شب براءت۔۔۔ فضائل و مسائل مولانا نعیم الدین صاحب

31 فضائل صیام مولانا شیخ ولی خان مظفر

35 رمضان المبارک اور مکہ مکرمہ ابن بطوطہ
(7 سو سال قبل کے حالات)

40 خواتین کا ذوق عبادت مولانا غیاث الدین حسامی

47 ”جہان دیدہ“ مفتی محمد تقی عثمانی

52 سوانح حضرت حاجی صاحب نور اللہ مرقدہ مولانا محمد ذکفل

56 ہر شب کو سحر کر بنت ڈاکٹر محمد رفیق رانا

57 حفاظ اور تراویح کے چند اہم مسائل دارالافتاء و تحقیق

63 روزہ سے متعلق مسائل از بہشتی زیور

فون نمبر:

04235967905
03005553616

اس دائرے میں سرخ نشان
مدت خریداری کے ختم ہونے کی علامت ہے

Email Address
monthlydarulataqwa
@gmail.com

مقام اشاعت:

متصل جامع مسجد الہلال

چو برجی پارک لاہور

پینک اکاؤنٹ نمبر

1001820660001

ناٹکل اکاؤنٹ دارالتقویٰ ٹرسٹ
ایم آئی بی برانچ کوڈ 159 (مسلم کمرشل بینک)

مطبع: شرکت پرنٹنگ پریس

حرفِ اولیں

کورونا وائرس کے حوالے سے امت مسلمہ کے نام اہم پیغام!

شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر صاحب دامت برکاتہم العالیہ (صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان و امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان مہتمم جامعۃ العلوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی) نے کورونا وائرس کے حوالے سے دنیا بھر کی صورتحال کے پیش نظر امت مسلمہ اور مسلم حکمرانوں کے لئے ایک اہم پیغام جاری کیا ہے جس میں عوام الناس کے لئے احتیاطی تدابیر کے ساتھ ساتھ تہ تیغ وقتہ نمازوں، جمعہ کے اجتماعات، انفرادی و اجتماعی توبہ و استغفار اور پہلے سے زیادہ رجوع الی اللہ کی ترغیب دی گئی ہے، یہ مضمون اس موذی مرض سے بچاؤ کے لئے ایک ایڈوائزی کی حیثیت رکھتا ہے۔ موجودہ حالات کے تناظر میں اس مضمون کی اہمیت کے پیش نظر استفادہ عام کے لئے اسے ادارے میں شائع کیا جا رہا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوَةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی
سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی اٰلِهِ وَصَحْبِهِ اَجْمَعِیْنَ اَمَّا بَعْدُ! قَالَ تَعَالٰی: ظَهَرَ الْفَسَادُ فِی
الْبُرُوْا وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَیْدِی النَّاسِ لَیْذِیْقُهُمْ بَعْضُ الَّذِیْ عَمِلُوْا لَعَلَّهُمْ
یَرْجِعُوْنَ (الروم، ۴۱)

”پھیل پڑی ہے خرابی جنگل اور دریا میں لوگوں کے ہاتھ کی کمائی سے، چکھانا چاہیے ان کو کچھ مزہ ان کے کام کا، تاکہ وہ لوٹ آئیں۔“

وَقَالَ تَعَالٰی: وَمَا اَصَابَكُمْ مِنْ مُّصِیْبَةٍ فِیْمَا كَسَبْتُمْ اَیْدِیْكُمْ وَیَعْفُوْا عَنْ
كَثِیْرٍ ۝ وَمَا اَنْتُمْ بِمُعْجِزِیْنَ فِی الْاَرْضِ وَمَا لَكُمْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِیٍّ
وَلَا نَصِیْرٍ (الشوری، ۳۰)

”اور جو پڑے تم پر کوئی سختی سو وہ بدلہ ہے اس کا جو کمایا ہے تمہارے ہاتھوں نے، اور وہ معاف کرتا ہے بہت سے گناہ۔ اور تم تھکا دینے والے نہیں بھاگ کر زمین میں، اور کوئی نہیں اللہ کے سوا کام بنانے والا اور نہ مددگار۔“

کرونا وائرس کے عالم گیر پھیلاؤ کے حوالے سے جو تشویشناک صورت حال سامنے آئی ہے اور اس تشویش میں روز افزوں اضافہ ہی ہوتا جا رہا ہے، اس عالمگیر موزی مرض میں صرف عوام ہی نہیں بلکہ اونچے طبقے کے لوگ؛ حتیٰ کہ حکمران بھی مبتلا ہو رہے ہیں۔ اس وقت ہر طرف کرونا وائرس موضوع بنا ہوا ہے، کوئی اس کی تباہ کاریاں بتا رہا ہے تو کوئی اس کے اثرات سے بچنے کے لیے احتیاطی تدابیر بتا رہا ہے، یہ سب اپنی جگہ درست ہو سکتا ہے لیکن یہ تشخیص مادی ہے، اور اس سے حفاظت کے لیے بھی زیادہ تر مادی احتیاط پر تکیہ کیا جا رہا ہے۔ بحیثیت مسلمان ہمارا عقیدہ ہے کہ یہ عذابات اور آفات و بلیات بلا سبب نہیں، ظاہری اسباب کی دنیا میں کچھ بھی ہو، باطنی اسباب بھی یقینی ہوتے ہیں۔ ان حالات و آفات میں اصل ذات مسبب الاسباب یعنی اللہ تعالیٰ ہیں۔ جب قومیں سرکشی پر اتر آئیں، جب اجتماعی ظلم بڑھ جائے اور اس پر اقوام عالم بجائے مظلوم کے ساتھ کھڑا ہونے کے ظالم کے ساتھ کھڑی ہو جائیں، اپنی آنکھوں کے سامنے ہونے والے ظلم و تعدی کو ہوتا دیکھیں اور خاموشی اختیار کر لیں تو پھر اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہوتا ہے۔ اسی طرح مسلمان جنہوں نے کلمہ طیبہ پڑھ کر اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ عہد و پیمان میں باندھا ہے، وہ بار بار اس عہد و پیمان کو توڑنے لگیں، شعائر اللہ کو پس پشت ڈال دیں، اس پر توبہ و استغفار کی بجائے پوری ڈھٹائی کے ساتھ نافرمانی اور شریعت سے روگردانی پر کمر بستہ رہیں تو بھی اللہ تعالیٰ کے عذاب کا کوڑا حرکت میں آتا ہے۔ قرآن و حدیث کا مطالعہ کر لیں، کتنی ہی قوموں کے احوال ذکر کیے گئے ہیں کہ جب انہوں نے حق اور ہدایت کے راستے کو چھوڑا تو تباہی ان کا مقدر بنی، مختلف جان لیوا بیماریاں نازل ہوئیں، زلزلوں، آندھیوں، اور قحط کے ذریعے انہیں عذاب دیا گیا۔ آج بھی اگر وہی اسباب پائے جائیں گے تو اسی طرح کے عذاب نازل ہو سکتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا: ”جب محصولات کو ذاتی دولت، امانت کو غنیمت، اور زکوٰۃ کو تادان سمجھا جانے لگے گا، غیر دینی کاموں کے لیے دین کا علم حاصل کیا جائے گا، مرد اپنی بیوی کی فرمانبرداری کرے گا اور اپنی ماں کی نافرمانی کرے گا، اور اپنے دوست

کو قریب کرے گا اور اپنے باپ کو دور کرے گا، مسجدوں میں آوازیں بلند ہونے لگیں گی، قبیلے کا بدکار شخص ان کا سردار بن بیٹھے گا، اور ذلیل آدمی قوم کا لیڈر (یعنی حکمران) بن جائے گا، اور آدمی کی عزت محض اس کے شر سے بچنے کے لیے کی جائے گی، گانے والی عورتیں اور گانے بجانے کا سامان عام ہو جائے گا۔ شرابیں پی جانے لگیں گی، اور بعد والے لوگ پہلے والے لوگوں کو لعن طعن سے یاد کرنے لگیں گے، سوا اس وقت سرخ آندھی، زمین میں دھنس جانے، شکلیں بگڑ جانے، آسمان سے پتھر برسنے اور طرح طرح کے لگاتار عذابوں کا انتظار کرو، یہ نشانیاں یکے بعد دیگرے یوں ظاہر ہوں گی جس طرح کسی بار کا دھاگہ ٹوٹ جانے سے گرتے موتیوں کا تانتا بندھ جاتا ہے۔“ (الترمذی والطبرانی)

یہ اور اس جیسی کئی دوسری احادیث جن میں نبی صادق و مصدوق صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانوں کی بد اعمالیوں، نافرمانیوں اور منکرات کا ذکر فرما کر اللہ کے عذابوں کا ذکر کیا ہے؛ یہ ہمارے لیے آئینہ ہیں، ہم سب بحیثیت مجموعی ان احادیث کے ذریعے اپنے کردار و اعمال کا جائزہ لے سکتے ہیں۔

میرے بھائیو!..... یاد رکھو، اللہ کا کوئی چہیتا نہیں، اللہ کا پسندیدہ بندہ صرف وہ ہے جو متقی اور نیکو کار ہے، لیکن یہ بھی یاد رکھو کہ جب عمومی عذاب آتا ہے تو نیکو کار بھی عذاب کا شکار ہوتے ہیں۔ چنانچہ ہمارا فرض ہے کہ ہم قدرتی آفات، وبائی امراض اور پریشان کن حالات سے متعلق قرآنی ہدایات اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کو بھی سامنے رکھیں، اور ان پر سختی سے عمل پیرا ہوں۔ اس سلسلے میں بطور وَذِکْرٍ فَلَا الذِّکْرٰی تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِیْنَ عوام و خواص سے میری چند گزارشات ہیں، ان گزارشات کا سب سے پہلے میں خود مخاطب ہوں پھر میرے تمام مسلمان بھائی مخاطب ہیں:

.....تمام مسلمان انفرادی اور اجتماعی فرائض کی ادائیگی کا بھرپور اہتمام کریں، جو فرائض انفرادی نوعیت کے ہیں انہیں انفراداً ادا کریں اور جو اجتماعی نوعیت کے ہیں انہیں اجتماعی طور پر ادا کرنے کا التزام کریں۔ بالخصوص نمازوں کا بھرپور اہتمام کریں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پریشان کن حالات میں نمازوں کا خاص اہتمام فرمایا کرتے تھے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا سْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ۔ یعنی ”اے ایمان والو! صبر اور نماز سے مدد لو“۔ یہ موقع ہے

اللہ تعالیٰ کے حضور گڑ گڑانے اور زاری و عاجزی کرنے کا، سوا اللہ تعالیٰ کے غضب کو فرض اور نفل نمازوں کے اہتمام کے ذریعے ٹالنے کی کوشش کرو۔

۲..... قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جو روحانی و جسمانی ہر قسم کی بیماریوں کے لیے شفا ہے، اس کلام شافی کی تلاوت کا اہتمام کریں، ہر مسلمان جتنا ہو سکتا ہے موجودہ بیماریوں سے شفا اور آئندہ بیماریوں سے حفاظت کی نیت سے تلاوت کلام اللہ کا اہتمام کرے۔ دکانوں میں، دفاتر میں، اور اپنے کام کاج کی مناسب جگہوں میں تلاوت کا اہتمام کریں۔ محلوں اور مسجدوں میں جہاں جہاں قرآن کریم کی تعلیم کا سلسلہ قائم ہے اسے مزید اہتمام سے بجالائیں۔

۳..... بعض اوقات بڑی آزمائشیں گناہوں پر تنبیہ کے لیے ہوتی ہیں، ایسے موقع پر تمام مسلمان کثرت سے توبہ و استغفار کا اہتمام کرتے رہیں۔ اپنے صغیرہ و کبیرہ گناہوں کے استحصار کے ساتھ کچی توبہ کا التزام کریں۔ کیا آپ لوگوں نے قرآن مجید میں سیدنا یونس علیہ السلام کی قوم کا قصہ نہیں پڑھا؟ جب ان پر عذاب یقینی ہو گیا، اور گہرے سیاہ بادل ان پر چھا گئے تو وہ اپنی آبادیوں سے نکل کھڑی ہوئی اور سب نے جمع ہو کر اللہ تعالیٰ کے حضور سچی توبہ کی تو اللہ تعالیٰ نے ان سے اپنے عذاب کو ہٹا لیا۔ عوام و خواص اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکات پر مکمل بھروسہ رکھیں اور بیماریوں کے واقعی اثرات کے باوجود اللہ تعالیٰ کی قدرت اور حفاظت کے قدرتی نظام سے بالکل بھی مایوس نہ ہوں، اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے، اس کی قدرت پر کوئی طاقت اور تاثیر غالب نہیں ہو سکتی۔ رجوع الی اللہ اور دُعا ہر خیر کے حصول اور ہر شر سے بچاؤ کا مسنون اسلحہ و ذریعہ ہے، دعاؤں کا خاص اہتمام کریں، بلکہ مساجد اور مسلمانوں کے اجتماعات میں اس کے لیے دعائیں کریں، اور دفع بلاء کے لیے مناسب انداز میں دعائیہ اجتماعات بھی منعقد کریں۔ سیدنا یونس علیہ السلام کی دعا: لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ کا کثرت کے ساتھ ورد اللہ تعالیٰ کے غضب کو ٹالنے کا سبب ہے، اس لیے آیت کریمہ کا اہتمام کے ساتھ ورد کریں۔ صبح و شام کی مسنون دعاؤں کا اہتمام کریں، بِسْمِ اللَّهِ الَّذِي لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهِ شَيْءٌ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ (تین مرتبہ) اَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللَّهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ (تین مرتبہ) سورہ اخلاص، اور معوذتین (سورۃ الفلق اور سورۃ الناس) (تین تین مرتبہ) نماز فجر اور نماز مغرب کے بعد پڑھنے کا معمول بنائیں۔ روزانہ نماز فجر کے بعد سورہ یسین کی تلاوت اس کے علاوہ کلمہ تمجید..... (ایک تسبیح) اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَجْعَلُكَ فِيْ خُوْرِهِمْ وَنَعُوْذُ بِكَ مِنْ شُرُوْرِهِمْ (ایک تسبیح) لاحول ولاقوة الا باللہ العلی العظیم (ایک تسبیح) درود شریف کی کثرت کریں۔ اس کے ساتھ ساتھ صدقہ و خیرات، غرباء اور مساکین کی خبر گیری کا اہتمام کریں۔

۴..... مسلمان تجار اور کاروباری حضرات سود، سٹہ، ذخیرہ اندوزی اور ان جیسے دیگر حرام ذرائع تجارت سے توبہ کریں، اشیاء ضروریہ اور ادویہ کو مہنگے داموں فروخت نہ کریں، ایسا کرنا اللہ تعالیٰ کے غضب کو مزید دعوت دینا ہے۔ اپنے غریب و مسکین بھائیوں کا خیال کریں، یاد رکھیں اس مشکل گھڑی میں جبکہ ہر شخص ایک دوسرے کی مدد اور تعاون کا محتاج ہے؛ محض اپنے مفاد کو دیکھنا بدترین خست کا کام ہے۔

۵..... حکام وقت سے میری گزارش ہے کہ وہ عوام کو بہت دلائیں، احتیاطی تدابیر ضرور بتائیں مگر جبر و اکراہ کے ذریعے افراتفری پھیلانے سے گریز کریں۔ اس وقت پورا ملک جس صورت حال سے دوچار ہے؛ روزانہ کی بنیاد پر محنت مزدوری کے ذریعے رزق حاصل کرنے والے غریب طبقے کے افراد کے لیے خصوصی اقدامات کی ضرورت ہے۔ اسلامی ریاست کے حکام کا فرض ہے کہ وہ خاص طور پر اپنی رعایا کی پوری خبر گیری کریں، اس کے لیے آسانیاں پیدا کریں، عالمی سطح پر پیٹروں کی قیمتیں کم ہوئی ہیں، اس کے اثرات عام لوگوں تک بھی پہنچنے چاہئیں۔

مجھے حکام وقت سے یہ بھی کہنا ہے کہ اگرچہ دینی مدارس کے طلبہ کو رخصت دے کر گھروں کو بھیج دیا گیا ہے، لیکن دینی مدارس میں ہونے والے دینی اعمال کو جاری رہنا چاہیے، مسجدوں کو بند کرنے یا جمعہ موقوف کرنے کی سوچ نامناسب ہے، اگر ایسا کیا گیا تو یہ اللہ تعالیٰ کی مزید ناراضی کا سبب ہوگا۔ ان شاء اللہ دینی مدارس اور روحانی مراکز کی آبادی اور ان میں دعا و استغفار کے اہتمام سے ہمیں بیماریوں اور پریشانیوں سے نجات و حفاظت نصیب ہوگی۔ اللہم اکشف عنا الهموم والغموم والبلايا..... آمین!

عبدالرزاق اسکندر ۲۶/۷/۱۴۴۱ھ

دعا ہے اللہ تعالیٰ امت کو بحیثیت مجموعی توبہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے، مندرجہ بالا ہدایات پر عمل ہمارے لئے آسان فرمائے، عالم اسلام کو خصوصاً اور دنیا بھر کو عموماً اس موذی مرض سے نجات عطا فرمائے۔ آمین

والسلام

عبدالودود ربانی

مدیر مسؤل

درس قرآن
مفتی عاشق الہی بلند شہرئ

واقعہ معراج

آخری حصہ

...سورة الاسراء... آیت نمبر 1

أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ۝ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ۝

سَبَّحْنَهُ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَا

الَّذِي بَرَكْنَا حَوْلَهُ لِنُرِيَهُ مِنْ آيَاتِنَا إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ۝

مجاہدین کا ثواب

حضرت ابو ہریرہؓ نے بیان کیا کہ شب معراج میں نبی اکرم ﷺ جبرائیل کے ساتھ چلے تو آپ کا ایک ایسی قوم پر گزر رہا جو ایک ہی دن میں تخم ریزی بھی کر لیتے تھے اور اسی ایک دن میں کاٹ بھی لیتے ہیں اور کاٹنے کے بعد پھر ویسی ہی ہو جاتی ہے جیسے پہلے تھی آپ نے جبرائیل سے دریافت فرمایا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ جبرائیل نے کہا کہ یہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے ہیں ان کی ایک نیکی سات سو گنا تک بڑھادی جاتی ہے اور یہ لوگ جو کچھ بھی خرچ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اس کا بدل عطا فرماتا ہے۔

کچھ لوگوں کے سر پتھروں سے کچلے جا رہے تھے۔

پھر آپ کا ایک اور قوم پر گزر رہا جن کے سر پتھروں سے کچلے جا رہے تھے، کچلے جانے کے بعد ویسے

ہی ہو جاتے تھے جیسے پہلے تھے اسی طرح سلسلہ جاری ہے ختم نہیں ہوتا، آپ ﷺ نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ جبرائیل نے کہا کہ یہ لوگ نماز کے بارے میں کاہلی کرنے والے ہیں سوتے رہ جاتے ہیں اور نماز نہیں پڑھتے۔

زکوٰۃ نہ دینے والوں کی بدحالی

پھر ایک اور قوم پر گزر ہوا جن کی شرمگاہوں پر آگے اور پیچھے چیتھرے لپٹے ہوئے ہیں اور وہ اونٹ اور بیل کی طرح چرتے ہیں اور ضریح اور زقوم یعنی کانٹے دار خبیث درخت اور جہنم کے پتھر کھا رہے ہیں آپ نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ جبرائیل نے کہا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے مالوں کی زکوٰۃ نہیں دیتے۔

سڑا ہوا گوشت کھانے والے

پھر آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا ایسی قوم پر گزر ہوا جن کے سامنے ایک ہانڈی میں پکا ہوا گوشت ہے اور ایک ہانڈی میں کچا اور سڑا ہوا گوشت رکھا ہے یہ لوگ سڑا ہوا گوشت کھا رہے ہیں اور پکا ہوا گوشت نہیں کھاتے، آپ نے دریافت کیا یہ کون ہیں؟ جبرائیل نے کہا کہ یہ آپ کی امت کا وہ شخص ہے جس کے پاس حلال اور طیب عورت موجود ہے مگر وہ ایک زانیہ اور فاحشہ عورت کے ساتھ شب باشی کرتا ہے اور صبح تک اسی کے پاس رہتا ہے اور آپ کی امت کی وہ عورت ہے جو حلال اور طیب شوہر کو چھوڑ کر کسی زانی اور بدکار کے ساتھ رات گزارتی ہے۔ ضریح آگ کے کانٹے، اور زقوم دوزخ کا بدترین بدبودار درخت۔

لکڑیوں کا بڑا گھٹھا اٹھانے والا۔

پھر ایک ایسے شخص پر آکا گزر ہوا جس کے پاس لکڑیوں کا بڑا گھٹھا ہے وہ اسے اٹھا نہیں سکتا (لیکن) اور زیادہ بڑھانا چاہتا ہے آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ یہ کون شخص ہے؟ جبرائیل نے بتایا کہ یہ وہ شخص ہے جس کے پاس لوگوں کی امانتیں ہیں ان کی ادائیگی کی طاقت نہیں رکھتا اور مزید امانتوں کا بوجھ اپنے سر لینے کو تیار ہے۔

ایک بیل کا چھوٹے سے سوراخ میں داخل ہونے کی کوشش کرنا

اس کے بعد ایسے سوراخ سے گزر ہوا جو چھوٹا سا تھا اس میں سے ایک بڑا بیل نکلا، وہ چاہتا ہے کہ جہاں سے نکلا ہے پھر اس میں داخل ہو جائے، آپ نے سوال فرمایا یہ کون ہے؟ جبرائیل نے کہا کہ یہ وہ شخص ہے جو کوئی برکلمہ کہہ دیتا ہے (جو گناہ کا کلمہ ہوتا ہے) اس پر وہ نامد ہوتا ہے اور چاہتا ہے کہ اس کو واپس کر دے پھر وہ اس کی طاقت نہیں رکھتا۔

پہلے آسمان پر داروغہ جہنم سے ملاقات ہونا اور جہنم کا ملاحظہ فرمانا۔

جب آپ سماء دنیا یعنی قریب والے آسمان میں داخل ہوئے تو جو بھی فرشتہ ملتا تھا ہنستے ہوئے بشارت اور خوشی کے ساتھ ملتا تھا اور خیر کی دعا دیتا تھا، ان ہی میں ایک ایسے فرشتے سے ملاقات ہوئی جس نے ملاقات بھی کی اور دعا بھی دی لیکن وہ ہنسا نہیں، آپ نے جبرائیل سے پوچھا کہ یہ کون سا فرشتہ ہے انہوں نے جواب دیا کہ یہ مالک ہے جو دوزخ کا داروغہ ہے یہ اگر آپ سے پہلے یا آپ کے بعد کسی کے لیے ہنستا تو آپ کی ملاقات کے وقت (بھی) آپ کے سامنے اسے ہنسی آجاتی، یہ فرشتہ ہنسا ہی نہیں ہے آپ نے حضرت جبرائیل سے فرمایا کہ اس فرشتے سے کہیے کہ مجھے دوزخ دکھا دے، جبرائیل (علیہ السلام) نے اس سے کہا یا مالک ار محمد النار (اے مالک محمد ﷺ کو دوزخ دکھا دو) اس پر اس فرشتے نے دوزخ کا ڈھکن اٹھایا جس کی وجہ سے دوزخ جوش مارتی ہوئی اوپر اٹھ آئی آپ نے فرمایا اے جبرائیل اس کو کہیے کہ دوزخ کو اپنی جگہ واپس کر دے، چنانچہ جبرائیل نے اس فرشتے سے کہا کہ اس کو واپس کر دو فرشتے نے اسے واپس ہونے کا حکم دیا جس پر وہ واپس چلی گئی جس پر اس نے ڈھکن ڈھک دیا۔ (سیرت ابن ہشام ص ۲۴۹)

دودھ، شہد اور شراب کا پیش کیا جانا اور آپ ﷺ کا دودھ کو لے لینا

صحیح مسلم میں (ص ۹۱) جو حدیث نقل کی گئی ہے اس میں یوں ہے کہ بیت المقدس ہی میں ایک برتن میں شراب اور ایک برتن میں دودھ پیش کیا گیا ہے آپ نے دودھ لے لیا اس کے راوی حضرت انس بن مالکؓ ہیں، صحیح مسلم کی دوسری روایت جو صفحہ ۹۵ پر مذکور ہے جس کے راوی حضرت ابو ہریرہؓ ہیں اس میں یوں ہے کہ عالم بالا میں سدرۃ المنتہی کے قریب پینے کی چیزیں پیش کی گئیں اس میں بھی یہ ہے کہ آپ ﷺ نے دودھ لے لیا اور امام بخاری کی روایت میں یہ ہے کہ بیت المعمور سامنے کیے جانے کے بعد ایک برتن میں شراب ایک برتن میں دودھ اور ایک برتن میں شہد پیش کیا گیا، بیت المقدس میں بھی پینے کے لیے چیزیں پیش کی گئی ہوں اور پھر عالم بالا میں بھی حاضر خدمت کی گئی ہوں اس میں کوئی منافات نہیں ہے دوبارہ پیش کیے جانے میں عقلاً نقلاً کوئی ایسی بات نہیں ہے جس کا انکار کیا جائے۔ صحیح مسلم (کی روایت ص ۹۷ ج ۱) میں یہ بھی ہے کہ جب آپ نے دودھ لے لیا تو حضرت جبرائیل نے عرض کیا کہ اگر آپ شراب لے لیتے تو آپ کی امت گمراہ ہو جاتی، اس سے معلوم ہوا کہ قائد اور پیشوا کے اخلاق اور اعمال کا اثر اس کے ماننے والوں پر بھی

پڑتا ہے۔

جنت میں داخل ہونا اور نہر کوثر کا ملاحظہ فرمانا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس درمیان میں کہ میں جنت میں چل رہا تھا اچانک دیکھتا ہوں کہ میں ایک ایسی نہر پر ہوں جس کے دونوں کناروں پر ایسے موتیوں کے قبے ہیں جو بیچ میں سے خالی ہیں (یعنی پورا قبہ ایک موتی کا ہے) میں نے کہا اے جبرائیل یہ کیا ہے انہوں نے جواب دیا کہ یہ نہر کوثر ہے جو آپ کے رب نے آپ کو عطا فرمائی ہے میں نے جو دھیان کیا تو دیکھتا ہوں کہ اس کی مٹی (جس کی سطح پر پانی ہے) خوب تیز خوشبو والا مشک ہے۔ (رواہ البخاری ص ۴۷۱)

حضرت جبرائیل (علیہ السلام) کا بیت المقدس تک آپ کے ساتھ براق پر سوار ہونا اور

وہاں سے زینہ کے ذریعے آسمانوں پر جانا

جب مکہ معظمہ سے بیت المقدس کے لیے روانگی ہوئی تو حضرت جبرائیل (علیہ السلام) بھی آپ کے ساتھ براق پر سوار ہو گئے اور آپ کو پیچھے بٹھایا اور خود بطور رہبر سوار ہوئے، دونوں براق پر سوار ہو کر بیت المقدس پہنچے وہاں دونوں نے دو رکعت نماز پڑھی، پھر آنحضرت سرور عالم ﷺ نے حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو نماز پڑھائی جب آسمانوں کی طرف تشریف لے جانے لگے تو ایک زینہ لایا گیا جو بہت ہی زیادہ خوبصورت تھا اور بعض روایات میں ہے کہ ایک زینہ سونے کا ایک زینہ چاندی کا تھا اور ایک روایت میں ہے کہ وہ موتیوں سے جڑا ہوا تھا عالم بالا کا سفر کرتے وقت دائیں بائیں فرشتے تھے آنحضرت سرور عالم ﷺ اور حضرت جبرائیل (علیہ السلام) دونوں زینہ کے ذریعہ آسمان تک پہنچے اور آسمان کا دروازہ کھلوا یا۔ (فتح الباری ص ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹) آسمانوں کے محافظین نے حضرت جبرائیل (علیہ السلام) سے یہ سوال کیا کہ آپ کے ساتھ کون ہے کیا انہیں بلایا گیا ہے؟

حضرت جبرائیل (علیہ السلام) نے جب بھی کوئی دروازہ کھلوا یا تو آسمانوں کے ذمہ داروں نے حضرت جبرائیل سے یہ سوال کیا کہ آپ کے ساتھ کون ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ محمد ﷺ ہیں اس پر سوال ہوا کیا انہیں بلایا گیا ہے حضرت جبرائیل جواب دیتے رہے کہ ہاں انہیں بلایا گیا ہے جواب ملنے پر دروازے کھولے جاتے رہے اور آپ اوپر پہنچتے رہے یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ملائعہ اعلیٰ کے حضرات

نے یہ سوالات کیوں کیے کیا جبرائیل (علیہ السلام) کے بارے میں انہیں یہ گمان تھا کہ وہ کسی ایسی شخصیت کو ساتھ لے آئے ہوں گے جسے اوپر بلا یا نہ گیا ہو اس کا جواب یہ ہے کہ ملاء اعلیٰ کے حضرات کو پہلے سے معلوم تھا کہ آج کسی کی آمد ہونے والی ہے لیکن آنحضرت ﷺ کا شرف بڑھانے کے لیے اور خوشی ظاہر کرنے کے لیے یہ سوال جواب ہوا اور اس میں یہ حکمت بھی تھی کہ نبی اکرم ﷺ کو پتہ چل جائے کہ آپ کا اسم گرامی ملاء اعلیٰ میں معروف ہے جب یہ سوال کیا گیا کہ آپ کے ساتھ کون ہے تو حضرت جبرائیل (علیہ السلام) نے جواب دیا کہ محمد ﷺ ہیں اگر وہ آپ کے اسم گرامی سے واقف نہ ہوتے اور آپ کی شخصیت سے متعارف نہ ہوتے تو یوں سوال کرتے کہ محمد کون ہیں۔ اسی سے پہلے سے دروازے نہ کھولنے کی حکمت بھی معلوم ہوگئی اور وہ یہ کہ آپ کو یہ بتانا تھا کہ آپ سے پہلے زمین کے رہنے والوں میں سے کسی کے لیے اس طریقے پر آسمان کا دروازہ نہیں کھولا گیا کہ وفات سے پہلے دنیاوی زندگی میں ہوتے ہوئے قاصد بھیج کر بلا یا گیا ہو جہاں اکثر مہمان آتے ہوں اور بار بار آتے رہتے ہوں وہاں یہی بات ہے کہ پہلے سے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں دنیا میں ایسا ہی ہوتا ہے اور چونکہ ہر مہمان کے لیے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اس لیے اس میں کسی خصوصیت اور امتیاز کا اظہار نہیں ہوتا لیکن معراج کا مہمان بے مثال مہمان ہے نہ اس سے پہلے کسی کو یہ مہمانی نصیب ہوئی نہ اس کے بعد، اور مہمانی بھی ایسی نہیں کہ امریکہ والا ایشیا چلا آیا اور ایشیا والا افریقہ تک گیا یعنی خاکی انسان خاک پر ہی گھومتا رہا بلکہ وہ ایسی مہمانی تھی کہ فرش خاک کا رہنے والا سبع سموات سے گزرتا ہوا سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچ گیا جہاں اس محبوب مہمان کے سوا کوئی نہیں پہنچا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ بقدر کمال وجمالہ، چونکہ انسانوں میں سے وہاں کوئی نہیں جاتا اور وہاں کی راہ متبذل نہیں ہے اس لیے حکمت کا تقاضا یہ ہوا کہ ہر آسمان کا دروازہ آمد پر کھولا جائے تاکہ وہاں کے شائقین اور مقیمین کو معزز مہمان کا مرتبہ معلوم ہوتا چلا جائے اور یہ جان لیں کہ یہ کوئی ایسی ہستی ہے جس کو بغیر درخواست کے بلا یا گیا ہے اور جس کے لیے آج وہ دروازے کھولے جا رہے ہیں جو کبھی کسی کے لیے نہیں کھولے گئے۔ درحقیقت یہ اعزاز اس اعزاز سے زیادہ ہے کہ پہلے سے دروازے کھلے رہیں جو دوسروں کے لیے بھی کھلے رہے ہوں۔ (فتح الباری ص ۶۱ ج ۱)

جوں ہی کوئی دروازہ کھٹکھٹایا گیا اس آسمان کے رہنے والے متوجہ ہوئے اور یہ سمجھ لیا کہ کسی اہم شخصیت کی آمد ہے اور پھر جبرائیل (علیہ السلام) سے سوال و جواب ہوا اس سے حاضرین کو مہمان کا تعارف

اور تخصص حاصل ہو گیا پہلے سب نے مہمان کا نام سنا پھر زیارت کی مہمان کی آمد کے بعد جو تعارف حاضرین سے کرایا جاتا ہے وہ دروازہ کھٹکھٹانے کے اور حضرت جبرائیل (علیہ السلام) کے نام دریافت کرنے سے حاصل ہو گیا، ظاہر ہے کہ آمد کی عمومی اطلاع سے یہ بات حاصل نہ ہوتی اور چونکہ بارگاہ رب العلمین کی حاضری کے لیے یہ سفر تھا اور فرشتوں کی زیارت یا فرشتوں کو زیارت کرنا مقصد اعلیٰ نہ تھا اس لیے ہر جگہ قیام کرنے کا موقع نہ تھا ملاء اعلیٰ متوجہ ہوتے رہے اور آپ کی زیارت کرتے رہے اور آپ آگے بڑھتے چلے گئے دنیا میں استقبال کے لیے استقبالیہ کمیٹی کے افراد کو پہلے سے جمع کرنا پڑتا ہے کیونکہ دنیا کے وسائل کے پیش نظر اچانک سب کا حاضر ہونا مشکل ہوتا ہے لامحالہ پہلے سے آنے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ وقت نہ نکل جائے لیکن عالم بالا کے ساکنین کو وہ قوتیں حاصل ہیں کہ آن واحد میں ہزاروں میل کا سفر کر کے جمع ہو سکتے ہیں دروازہ کھٹکھٹایا گیا بھنک پڑی سب حاضر ہو گئے دروازہ کھولتے وقت سب موجود ہیں۔

سونے کے طشت میں زم زم سے قلب اطہر کا دھویا جانا۔

واقعہ معراج جن احادیث میں بیان کیا گیا ہے ان میں یہ بھی ہے کہ آپ کا سینہ مبارک چاک کیا گیا اور قلب اطہر کو نکال کر زم زم کے پانی سے دھو کر واپس اپنی جگہ رکھ دیا گیا اور پھر اسی طرح درست کر دیا گیا جیسا پہلے تھا آج کی دنیا میں جبکہ سرجری عام ہو چکی ہے۔ اس میں کوئی اشکال بھی نہیں ہے اور زم زم کے پانی سے جو دھویا گیا اس سے زم زم کے پانی کی فضیلت واضح طور پر معلوم ہو گئی، روایت میں یہ بھی ہے کہ آپ کے قلب اطہر کو سونے کے طشت میں دھویا گیا تھا چونکہ اس کا استعمال کرنے والا فرشتہ تھا اور اس وقت تک احکام نازل بھی نہیں ہوئے تھے اور سونے کی حرمت مدینہ منورہ میں نازل ہوئی اس لیے اس سے امت کے لیے سونے کے برتن استعمال کرنے کا جواز ثابت نہیں کیا جاسکتا، اور ایمان و حکمت سے بھرنے کا یہ مطلب ہے کہ اس سے آپ کی قوت ایمانیہ میں اور قلب مبارک کے حکمت سے لبریز ہونے میں اور زیادہ ترقی ہو گئی اور عالم بالا میں جانے کی طاقت پیدا ہو گئی۔

نماز کا مرتبہ عظیمہ

نماز اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا انعام ہے دیگر عبادات اسی سر زمین میں رہتے ہوئے فرض کی گئیں لیکن نماز عالم بالا میں فرض کی گئی اللہ تعالیٰ شانہ نے اپنے حبیب ﷺ کو عالم بالا کی سیر کرائی اور وہاں پچاس پھر پانچ

نماز عطا کی گئیں اور ثواب پچاس ہی کا رکھا گیا رسول اللہ ﷺ حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کے توجہ دلانے پر بارگاہ الہی میں حاضر ہو کر نمازوں کی تخفیف کے لیے درخواست کرتے رہے۔ اور درخواست قبول ہوتی رہی عالم بالا میں بار بار آپ کی حاضری ہوتی رہی، وہاں آنحضرت ﷺ کی مناجات ہوئی پھر اس دنیا میں آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ آپ کے صحابہ کی اور صحابہ کے بعد پوری امت کی مناجات ہوتی رہی اور تاحیات یہ مناجات ہوتی رہے گی انشاء اللہ تعالیٰ۔

چونکہ یہ اللہ تعالیٰ شانہ کے دربار کی حاضری ہے اس لیے اس کے وہ آداب ہیں جو دوسری عبادات کے لیے لازم نہیں کیے گئے با وضو ہونا، کپڑوں کا پاک ہونا، نماز کی جگہ پاک ہونا، قبلہ رخ ہونا، ادب کے ساتھ ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا، اللہ کے کلام کو پڑھنا، رکوع کرنا، سجدے کرنا، یہ وہ چیزیں ہیں جو مجموعی حیثیت سے کسی دوسری عبادت میں مشروط نہیں ہیں (گو ان میں سے بعض احکام بعض دیگر عبادات سے بھی متعلق ہیں) پھر نمازی ہر دو رکعت کے بعد تشهد پڑھتا ہے جو التحیات اللہ سے شروع ہوتا ہے، بعض شرح حدیث نے فرمایا ہے کہ تشهد میں ان ہی الفاظ کا اعادہ ہے جو شب معراج میں ادا کیے گئے تھے۔ حاضری کے وقت آنحضرت سرور عالم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے تجیہ پیش کرتے ہوئے عرض کیا التَّحِيَّاتُ لِلَّهِ وَالصَّلَاةُ وَالطَّيِّبَاتُ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ شانہ کی طرف سے جواب ملا السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ سن کر آپ نے عرض کیا السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَىٰ عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ

حضرت جبرائیل (علیہ السلام) نے فوراً توحید و رسالت کی گواہی دی، اور أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ کے کلمات ادا کیے۔

نماز چونکہ دربار عالی کی حاضری ہے اس لیے پوری توجہ کے ساتھ نماز پڑھنے کی تعلیم دی گئی سترہ سامنے رکھنے کی ہدایت فرمائی تاکہ دلجمعی رہے ادھر ادھر دیکھنے سے منع فرمایا ہے نماز پڑھتے ہوئے انگلیوں میں انگلیاں ڈالنے کی ممانعت فرمائی ہے، کھانے کا تقاضا ہوتے ہوئے اور پیشاب پاخانہ کا تقاضا ہوتے ہوئے نماز پڑھنے سے منع فرمایا، کیونکہ یہ چیزیں توجہ ہٹانے والی ہیں ان کی وجہ سے خشوع و خضوع باقی نہیں رہتا اور یہ دربار کی حاضری کی شان کے خلاف ہے۔

حضرت ابو ذرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب بندہ نماز میں ہو تو برابر اللہ تعالیٰ کی توجہ اس کی طرف رہتی ہے جب تک کہ بندہ خود اپنی توجہ نہ ہٹالے جب بندہ توجہ ہٹالیتا ہے تو اللہ

تعالیٰ کی بھی توجہ نہیں رہتی، حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اگر تم میں سے کوئی شخص نماز کے لیے کھڑا ہو تو کنکریوں کو نہ چھوئے کیونکہ اس کی طرف رحمت متوجہ ہوتی ہے۔

منکرین و ملحدین کے جاہلانہ اشکالات کے جواب

روایات حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو اللہ نے بیداری میں روح و جسم کے ساتھ معراج کرائی اہل السنۃ والجماعت کا یہی مذہب ہے ایک ہی رات میں آپ مکہ معظمہ سے روانہ ہو کر بیت المقدس میں پہنچے وہاں حضرت انبیاء کرام (علیہ السلام) کی امامت کی پھر وہاں سے آسمانوں پر تشریف لے گئے وہاں حضرات انبیاء کرام (علیہ السلام) سے ملاقاتیں ہوئیں سدرۃ المنتہیٰ کو دیکھا البیت المعمور کو ملاحظہ فرمایا ایسی جگہ پر پہنچے جہاں قلموں کے لکھنے کی آوازیں آرہی تھیں۔ عالم بالا میں پچاس نمازیں فرض کی گئیں پھر حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کے بار بار توجہ دلانے پر آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تخفیف کرنے کی درخواست کرتے رہے اور خالق کائنات جل مجدہ نے پانچ نمازیں پڑھنے پر ہی پچاس نمازوں کے ثواب کا اعلان فرمایا پھر اسی رات میں آسمانوں سے نزول فرمایا اور واپس مکہ معظمہ تشریف لے آئے، راستے میں قریش کا ایک قافلہ ملا جب صبح کو قریش کے سامنے رات کا واقعہ بیان کیا تو وہ تکذیب کرنے لگے لیکن جب آپ نے بیت المقدس کے بارے میں ان کے سوالات کے شافی جوابات دے دیئے اور جس قافلہ سے ملاقات ہوئی تھی وہ بھی پہنچ گیا اور آپ نے اس کے بارے میں جو کچھ بتایا تھا وہ سب کے سامنے صحیح ثابت ہو گیا تو قریش کا منہ بند ہو گیا اور آگے کچھ نہ کہہ سکے۔

لیکن اب دور حاضر کے ملحدین واقعہ معراج کو ماننے میں تامل کرتے ہیں، اور بعض جاہل بالکل ہی جھٹلا دیتے ہیں اور یوں کہہ دیتے ہیں کہ خواب کا واقعہ ہے، یہ لوگ یہ نہیں سوچتے اگر یہ خواب کا واقعہ ہوتا تو مشرکین مکہ اس کا انکار کیوں کرتے اور یوں کہتے کہ بیت المقدس تک ایک ماہ کی مسافت کیسے طے کر لی اور پھر انہیں بیت المقدس کی نشانیاں دریافت کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ سورۃ الاسراء کے شروع میں جو (سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ) فرمایا ہے اس میں (بِعَبْدِہٖ) سے صاف ظاہر ہے کہ آپ روح اور جسم دونوں کے ساتھ تشریف لے گئے نیز لفظ (اَسْرٰی) جو سری سری (معتل اللام) سے باب افعال سے ماضی کا صیغہ ہے یہ بھی رات کے سفر کرنے پر دلالت کرتا ہے خواب میں کوئی کہیں چلا جائے اس کو سری اور اسری سے تعبیر نہیں کیا جاتا لیکن جنہیں ماننا نہیں ہے وہ آیت قرآنیہ اور احادیث صحیحہ کا انکار کرنے میں ذرا نہیں

جھکتے۔ ہداهم اللہ تعالیٰ

منکرین کی جاہلانہ باتوں میں سے ایک بات یہ ہے کہ زمین سے اوپر جانے میں اتنی مسافت کے بعد ہوا موجود نہیں ہے اور فلاں کرہ سے گزرنا لازم ہے اور انسان بغیر ہوا کے زندہ نہیں رہ سکتا اور فلاں کرہ سے زندہ نہیں گزر سکتا یہ سب جاہلانہ باتیں ہیں اول تو ان باتوں کا یقین کیا ہے جس کا یہ لوگ دعویٰ کرتے ہیں اور اگر ان کی کوئی بات صحیح بھی ہو تو اللہ تعالیٰ کو پوری پوری قدرت ہے کہ اپنے جس بندہ کو جس کرہ سے چاہے باسلامت گزاردے اور بغیر ہوا کے بھی زندہ رکھے، اور سانس لینے کو بھی تو اس نے زندگی کا ذریعہ بنایا ہے اگر وہ انسان کو تخلیق کی ابتدا ہی سے بغیر ہوا اور بغیر سانس کے زندہ رکھتا تو اسے اس پر بھی قدرت تھی، اور کیا سکتہ کا مریض بغیر سانس کے زندہ نہیں رہتا؟ کیا جس دم کرنے والے سانس لیے بغیر گھنٹوں نہیں جیتے۔

بعض جاہل تو آسمان کے وجود کے ہی منکر ہیں ان کے انکار کی بنیاد صرف عدم العلم ہے (لَا هُمْ إِلَّا يَخُوضُونَ) کسی چیز کو نہ جاننا اس امر کی دلیل نہیں ہے کہ اس کا وجود ہی نہ ہو محض اٹکوں سے اللہ تعالیٰ کی کتاب جھٹلاتے ہیں۔ (قَالَ لَهُمُ اللَّهُ أَنَّى يُؤْفَكُونَ)

فلسفہ قدیمہ ہو یا جدیدہ اس سے تعلق رکھنے والوں کی باتوں کا کوئی اعتبار نہیں خالق کائنات جل مجدہ نے اپنی کتاب میں سات آسمانوں کی تخلیق کا تذکرہ فرمایا لیکن اصحاب فلسفہ قدیمہ کہتے تھے کہ نو آسمان ہیں اور اب نیا فلسفہ آیا تو ایک آسمان کا وجود بھی تسلیم نہیں کرتے، اب بتاؤ ان اٹکل لگانے والوں کی بات ٹھیک ہے یا خالق کائنات جل مجدہ کا فرمان صحیح ہے؟ سورہ ملک میں فرمایا (الَّذِي يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَعْلَمُ سِرَّهُمْ وَنَجْوَاهُمْ هُوَ الَّذِي يُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا يَشَاءُ يَفْعَلْ) (کیا وہ نہیں جانتا جس نے پیدا فرمایا اور وہ لطیف ہے خیر ہے۔)

فلسفہ قدیمہ والے آسمان کا وجود تو مانتے تھے لیکن ساتھ ہی یہ کہتے کہ آسمانوں میں خرق و التیام نہیں ہو سکتا یعنی آسمان پھٹ نہیں سکتا یہ بھی ان کی اٹکل پچھوالی بات تھی کبھی نہ گئے نہ جا کر دیکھا زمین پر بیٹھے بیٹھے سب کچھ خود ہی طے کر لیا، جس ذات پاک نے آسمان زمین پیدا فرمائے اس نے تو آسمانوں کے دروازے بھی بتائے، سورہ اعراف میں فرمایا (لَا تُفْتَحُ لَهُمْ أَبْوَابُ السَّمَاءِ) اور سورہ نباء میں فرمایا (وَفُتِحَتِ السَّمَاءُ فَكَانَتْ أَبْوَابًا) اور آسمان کے پھٹنے کا بھی ذکر فرمایا جس کا قیامت کے دن ظہور ہوگا۔ (إِذَا السَّمَاءُ انشَقَّتْ وَإِذَا السَّمَاءُ انْفَطَرَتْ) اور (وَإِذَا السَّمَاءُ فَجَتْ وَاهِبَةً) میں تذکرہ فرمایا ہے لہذا ان لوگوں کی بات بالکل جھوٹ ہے جنہوں نے یوں کہا کہ آسمان میں خرق و التیام نہیں ہو سکتا۔

کچھ لوگوں کو یہ اشکال تھا اور بعض ملحدوں کو ممکن ہے اب بھی یہ اشکال ہو کہ ایک رات میں اتنا بڑا سفر کیسے ہو سکتا ہے؟ کبھی پہلے زمانہ میں کوئی شخص اس طرح کی بات کرتا تو اس کی کچھ وجہ بھی تھی کہ تیز رفتار سواریاں موجود نہ تھیں اور اب جو نئے آلات ایجاد ہو گئے ہیں ان کا وجود نہ تھا اب تو جدہ سے ہوائی جہاز گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ میں دمشق پہنچ جاتا ہے جہاں سے بیت المقدس تھوڑی ہی دور ہے اگر اسی حساب کو دیکھا جائے تو بیت المقدس آنے جانے میں صرف دو تین گھنٹے خرچ ہو سکتے ہیں اور رات کے باقی گھنٹے آسمانوں پر پہنچنے اور وہاں مشاہدات فرمانے اور وہاں سے واپس آنے کے لیے تسلیم کر لیے جائیں تو اس میں کوئی بعد نہیں ہے، اب تو ایک رات میں لمبی مسافت قطع کرنے کا اشکال ختم ہو گیا اور یہ بھی معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت ختم نہیں ہوئی اللہ تعالیٰ چاہے تو جو تیز رفتار سواریاں ہیں انہیں مزید درمزد تیز رفتاری عطا فرمادے، اور نئی سواریاں پیدا فرمادے جو موجودہ سواریوں سے تیز تر ہوں، سورہ نحل میں جو سواریوں کا تذکرہ فرمانے کے بعد فرمایا ہے (وَ يَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُونَ) اس میں موجودہ سواریوں اور ان سب سواریوں کی طرف اشارہ ہے جو قیامت تک وجود میں آئیں گی اب تو ایسے طیارے تیار ہو چکے ہیں جو آواز کی رفتار سے بھی زیادہ جلدی پہنچنے والے ہیں اور ابھی مزید تیز رفتار سواریاں بنانے کی کوششیں جاری ہیں، یہی لوگ جو سفر معراج کے منکر ہیں یا اس کے وقوع میں متردد ہیں خود ہی بتائیں کہ رات دن کے آگے پیچھے آنے میں (ان کے خیال میں) زمین جو اپنے محور پر گھومتی ہے جو بیس گھنٹے میں کتنی مسافت طے کر لیتی ہے؟ اور یہ بھی بتائیں کہ آفتاب جو زمین کے کرہ سے کروڑوں میل دور ہے کرن ظاہر ہوتے ہی کتنے سیکنڈ میں اس کی روشنی زمین پر پہنچ جاتی ہے؟ اور یہ بھی بتائیں کہ جب چاند پر گئے تھے تو کتنی مسافت کتنے وقت میں طے کی تھی؟ یہ سب کچھ نظروں کے سامنے ہے پھر واقعہ معراج میں تردد کیوں ہے؟

صاحب معراج جس براق پر تشریف لے گئے تھے اس کے بارے میں فرمایا ہے کہ وہ حد نظر پر اپنا اگلا قدم رکھتا تھا لیکن یہ بات ابہام میں ہے کہ اس کی نظر کہاں تک پہنچتی تھی۔ اگر سو میل پر نظر پڑتی ہو تو مکہ معظمہ سے بیت المقدس تک صرف دس بارہ منٹ کی مسافت بنتی ہے اس طرح بیت المقدس تک آنے جانے میں کل بیس منٹ کے لگ بھگ خرچ ہونے کا حساب بنتا ہے اور باقی پوری رات عالم بالا کی سیر کے لیے بیچ گئی۔



ماہِ شعبان اور رمضان کی تیاری

فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر عبداللہ بن عبدالرحمن بعجمان حفظہ اللہ نے 14 شعبان 1440 کا خطبہ جمعہ مسجد نبوی میں ”ماہِ شعبان اور رمضان کی تیاری“ کے عنوان پر ارشاد فرمایا جس میں انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وقت نیکیوں کا ظرف ہے، اس میں کیے ہوئے تمام اعمال انسان دیکھ لے گا، اس لیے فضیلت والے اوقات گنوانے والا حقیقی محروم ہے۔ رسول اللہ ﷺ ماہِ شعبان میں کثرت سے نفل روزے رکھتے تھے اور اس کی وجہ یہ بتلاتے کہ اس ماہ میں اعمال اللہ کے ہاں پیش کیے جاتے ہیں، نیز نصف شعبان کی رات میں مشرک اور دل میں کینہ اور عداوت رکھنے والے کے علاوہ سب کی مغفرت فرماتا ہے۔ ہر سوموار اور جمعرات کو جنت کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور اس دن بھی مشرک اور اپنے بھائی سے لڑے ہوئے مسلمان کے علاوہ سب کو بخش دیا جاتا ہے۔ ماہِ شعبان رمضان کی تیاری کا مہینہ ہے اس ماہ میں روزے رکھ کر رمضان کی تیاری کی جاتی ہے، اگر کسی پر سابقہ رمضان کے روزے ہوں تو ان کی قضا دے دے۔ رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں سیدہ عائشہ اسی مہینے میں قضا دیا کرتی تھیں، انہوں نے یہ بھی کہا کہ: رمضان کے روزے مسلمانوں پر فرض ہیں، تاہم مریض اور مسافر وغیرہ بعد میں روزوں کی تعداد پوری کر سکتے ہیں، ماہِ رمضان میں روزوں اور قیام کا اہتمام کرنے سے سابقہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں، لیلۃ القدر کے قیام سے بھی

سابقہ گناہ معاف ہوتے ہیں، پھر آخر میں انہوں نے سب کے لئے دعا فرمائی۔ مکمل خطبے کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے:

یقیناً تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں، اسی نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا، اندھیرا اور اجالا بنایا، وہی ایام اور مہینوں کو چلانے والا ہے، سالہا سال فنا کرنے والا ہے۔

میں تمام معاملات میں اسی کی حمد بیان کرتا ہوں جب تک ایام، مہینوں اور سالوں کا آنا جانا لگا رہے، جب تک مشرقی اور مغربی ہوائیں چلتی رہیں۔

میں سچائی اور یقین کے ساتھ گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی بھی معبودِ برحق نہیں اس کا کوئی شریک نہیں، یہ گواہی اس دن اللہ کے ہاں کام آئے گی جب کوئی جان کسی جان کے لئے کچھ بھی کرنے کی صلاحیت نہ رکھے گی اور اختیارات صرف اللہ کے پاس ہوں گے۔

اور یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ جناب محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، آپ نے پیغام رسالت کی تبلیغ کر دی، امانت پہنچا دی، اور امت کی خیر خواہی فرمانے کے ساتھ ساتھ راہ الہی میں کما حقہ جہاد بھی کیا یہاں تک کہ آپ وفات پا گئے، اللہ تعالیٰ آپ پر، آپ کی آل اور تمام صحابہ کرام پر رحمتیں نازل فرمائے۔

حمد و صلاۃ کے بعد:

بلاشبہ قرآن بہترین حدیث اور کلام ہے، اللہ کے ہاں بہترین دین اسلام ہے، اور بہترین سیرت جناب محمد ﷺ کی سیرت ہے،

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ وَاحْشُوا أَيُّوْمًا لَا يَجْزِي وَالِدَعْنُ وَلِدَهُ وَلَا مَوْلُو ذَهْوُ

جَازٍ عَنِ وَالِدِهِ شَيْئًا إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا وَلَا يَغُرَّنَّكُم بِاللَّهِ

الْغُرُورُ

”اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرتے رہو اور اس دن سے ڈرجاؤ جب نہ تو کوئی باپ اپنے بیٹے کے کچھ کام آئے گا اور نہ بیٹا باپ کے۔ اللہ کا وعدہ یقیناً سچا ہے لہذا یہ دنیا کی زندگی تمہیں دھوکے میں نہ ڈال دے اور نہ کوئی دغا باز تمہیں اللہ کے بارے میں دھوکا دے۔“ [لقمان: 33]

اے اقوامِ مسلم!

اللہ تعالیٰ نے وقت کو اعمال کا ظرف بنایا ہے، اس لیے اس وقت میں جو کوئی بھی ذرہ برابر بھی بھلائی کرے گا اسے دیکھ لے گا اور جو ذرہ برابر بھی برائی کرے گا وہ بھی اسے دیکھ لے گا۔

تو خسارہ زدہ وہی ہے جو بہترین اوقات گنوا دے، نیکیوں کی بہاروں سے محروم ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے وقت کو اہل ایمان کے لئے اللہ کی اطاعت کا راستہ قرار دیا جبکہ اپنے آپ سے غافل رہنے والوں کے لئے اسی وقت کو وبال جان بنا دیا ہے، تو اپنے آپ کو اللہ کی اطاعت سے جلا بخشو؛ کیونکہ دلوں کو اللہ کے ذکر سے ہی جلا ملتی ہے:

وَمَا تَقْدَمُوا إِلَّا أَنْفُسِكُمْ مِنْ خَيْرٍ تَجِدُوهُ عِنْدَ اللَّهِ

”اور جو کچھ بھلائی تم اپنے لیے پیش کرو گے وہ اللہ کے ہاں پا لو گے۔“ [المزمل: 20]

اللہ کے بندو!

وقت کی لمحات، ایام اور مہینوں کے اعتبار سے الگ الگ فضیلتیں ہیں۔ نیک اعمال، خیر و بھلائی اور اطاعت گزاری زندگی اور وقت کو آباد کرنے کے لئے بہترین اعمال ہیں، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً لِمَنْ أَرَادَ أَنْ يَذَّكَّرَ أَوْ أَرَادَ

شُكُورًا [الفرقان: 62]

”اور وہی ہے جس نے رات اور دن کو بار بار ایک دوسرے کے بعد آنے والا بنایا۔ اب جو چاہے اس سے سبق حاصل کرے اور جو چاہے شکر گزار بنے۔“

متنبہ رہیں! کہ تم اس وقت ایک عظیم مہینے میں ہو اس سے بہت سے لوگ غافل رہتے ہیں۔ غفلت محروم اور ست لوگوں کا بدترین نصیب ہے۔

توجہ کریں! تم ایک عظیم مہینے میں ہو اس ماہ میں اعمال اللہ رب العالمین کے ہاں پیش کیے جاتے ہیں، اس کا اختتام توبہ اور نیک اعمال کے ذریعے کرنا، ممکن ہے کہ یہی تمہاری زندگی کا آخری مہینہ ہو! متوجہ رہو! تم ایک عظیم مہینے میں ہو کہ رسول اللہ ﷺ اس مہینے کے روزوں کا خصوصی اہتمام فرماتے تھے۔

چنانچہ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ کہتے ہیں: میں نے عرض کیا: ”اے اللہ کے رسول! میں نے آپ کو کسی مہینے میں اتنے روزے رکھتے نہیں دیکھا جتنے آپ شعبان میں رکھتے ہیں؟“ تو

آپ ﷺ نے فرمایا: (یہ وہ مہینہ ہے کہ رجب اور رمضان کے درمیان آنے کی وجہ سے لوگ اس سے غفلت کر جاتے ہیں، حالانکہ یہ وہ مہینہ ہے کہ اس میں رب العالمین کے ہاں اعمال پیش کیے جاتے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ میرے عمل پیش ہوں تو میں روزے سے ہوں۔) احمد، نسائی۔ یہ حدیث حسن ہے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ: ”رسول اللہ ﷺ اتنے نفل روزے رکھتے کہ ہم سمجھتے اب روزے نہیں چھوڑیں گے، اور پھر اتنے دن روزہ نہ رکھتے کہ ہم سمجھتے کہ آپ اب روزے نہیں رکھیں گے۔ میں نے آپ ﷺ کو رمضان کے علاوہ کسی بھی مہینے کے مکمل روزے رکھتے ہوئے نہیں دیکھا، اور شعبان سے بڑھ کر آپ کسی مہینے میں نفل روزے نہیں رکھتے تھے۔“ مسلم

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہی مروی ہے کہ: ”جس مہینے کے روزے رکھنا آپ ﷺ کو سب سے زیادہ محبوب تھا وہ شعبان کا مہینہ تھا“ (ابوداؤد)۔

اے اقوامِ مسلم!

اللہ تعالیٰ شعبان کے درمیان میں تمام مؤمنوں کو مغفرت عطا کرتا ہے، لیکن عداوت، کینہ اور حسد رکھنے والے اور کافراں کو مغفرت سے محروم رہتے ہیں، چنانچہ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نصف شعبان کی رات لوگوں پر نظر فرماتا ہے، پھر مشرک اور عداوت رکھنے والے کے سوا سب کی مغفرت فرمادیتا ہے۔“ اس حدیث کو ابن ماجہ وغیرہ نے روایت کیا ہے اور ابن حبان نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

اس لیے اللہ کے بندو! تم سب کو معاف کر دو اور درگزر سے کام لو۔ ایک دوسرے کے ساتھ چشم پوشی اور رحمدلی اپناؤ۔ غلطیوں سے صرف نظر کر کے صلہ رحمی کرو۔ حسد نہ کرو، دھوکا مت دو، بغض مت رکھو اور ایک دوسرے سے منہ موڑ کر مت بھاگو، نیز اللہ کے بندے بھائی بھائی بن جاؤ۔

اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جنت کے دروازے سوموار اور جمعرات کو کھولے جاتے ہیں، تو اللہ کے ساتھ شرک نہ کرنے والے تمام بندوں کو بخش دیا جاتا ہے، لیکن ایک شخص کو نہیں بخشا جاتا جس کی اپنے بھائی کے ساتھ چپقلش ہو، تو کہا جاتا ہے: ان دنوں کو مہلت دے یہاں تک کہ صلح کر لیں، ان دنوں کو مہلت دے یہاں

تک کہ صلح کر لیں، ان دونوں کو مہلت دے یہاں تک کہ صلح کر لیں“ (مسلم)
اللہ کے بندو!

ماہ شعبان اسلام کے ایک رکن سے پہلے آتا ہے اور وہ ہے ماہ رمضان کے روزے جس ماہ میں قرآن نازل ہوا۔ ماہ شعبان رمضان کی تیاری اور مشق کا میدان ہے، قوت و صلاحیت بڑھانے کا میدان ہے۔ ماہ شعبان؛ ماہ ایمان کے آنے کی نوید اور ماہ رمضان کا استقبالی مہینہ ہے۔

ماہ شعبان کا رمضان کے ساتھ رشتہ فرض نمازوں کے ساتھ سنت مؤکدہ والا ہے، لہذا ماہ شعبان رمضان کے روزوں کے لئے مشق ہے؛ تاکہ رمضان کے روزوں میں مشقت اور کلفت کم ہو، آپ روزوں کی مٹھاس اور لذت پائیں۔ اس طرح انسان رمضان کے روزوں کا آغاز بھر پور نشاط اور قوت سے کرتا ہے۔

اے اقوام مسلم!

جس پر گزشتہ رمضان کے روزوں کی قضا ہے اسے رمضان شروع ہونے سے پہلے پہلے ان کی قضا دے دینی چاہیے؛ کیونکہ ممکن ہے کہ اس سے مزید تاخیر کو تا ہی کا سبب بن جائے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: ”مجھ پر رمضان کے روزے ہوتے تھے اور میں ان کی قضا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے صرف شعبان میں ہی دے پاتی تھی“

اللہ تم پر رحم فرمائے! نیکی میں دیر مت کریں، قبل ازیں کہ موت کا وقت آجائے، اپنے رب کی مغفرت اور جنت کی جانب تیزی سے بڑھو کہ جس کی چوڑائی آسمانوں اور زمین کے برابر ہے، جو کہ متیقن کے لئے تیاری گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ میرے اور آپ سب کے لئے قرآن مجید کو خیر و برکت والا بنائے، مجھے اور آپ سب کو ذکر حکیم کی آیات سے مستفید ہونے کی توفیق دے، میں اسی پر اکتفا کرتے ہوئے اللہ سے اپنے اور تمام مسلمانوں کے گناہوں کی بخشش چاہتا ہوں، تم بھی اسی سے بخشش مانگو، بیشک وہی بخشنے والا اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔



حضرت مولانا نعیم الدین صاحب

اُستاد الحدیث جامعہ دارالتقویٰ لاہور

شب براءت۔ فضائل و مسائل

ماہ شعبان کی فضیلت :

یوں تو ہر دن ہر مہینہ ہر سال ہی محترم ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا بنایا ہوا ہے مگر کچھ دن اور مہینے ایسے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے خاص فضیلت عطا کی ہے اُن میں سے ایک مہینہ شعبان المعظم کا بھی ہے اس مہینہ کی احادیث مبارکہ میں بڑی فضیلت آئی ہے۔ حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”شعبان میرا مہینہ ہے اور رمضان اللہ تعالیٰ کا“ (مسند فردوس دیلمی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ جب رجب المرجب کا مہینہ شروع ہوتا تو آپ ﷺ یوں دُعا فرماتے : یا اللہ رجب اور شعبان کے مہینے میں ہمارے لیے برکت فرما اور خیریت کے ساتھ ہم کو رمضان تک پہنچا۔“ (ابن عساکر۔ الدعوات الکبیر ج ۲ ص ۱۴۲۔ مشکوٰۃ ص ۱۲۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ ”جناب رسول اللہ ﷺ (شعبان میں) اتنے زیادہ روزے رکھتے کہ ہم کہتے کہ اب آپ افطار نہ کریں گے اور کبھی آپ افطار کیے جاتے (یعنی روزے ہی نہ رکھتے) یہاں تک کہ ہم کہتے کہ اب آپ روزے نہیں رکھیں گے۔ اور میں نے آپ کو کسی مہینہ میں شعبان

کے مہینے سے زیادہ (نفل) روزے رکھتے ہوئے نہیں دیکھا۔“ (بخاری و مسلم بحوالہ مشکوٰۃ ص ۱۷۸)

اس حدیث کے پیش نظر کسی کے دل میں یہ خیال پیدا ہو سکتا ہے کہ آنحضرت ﷺ شعبان کے مہینے میں کثرت سے روزے کیوں رکھتے تھے؟ تو اس کی وجہ بھی حدیث میں موجود ہے، چنانچہ ایک حدیث میں آتا ہے کہ حضرت اُسامہؓ نے ایک مرتبہ آپ سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ میں آپ کو شعبان میں زیادہ روزے رکھتے ہوئے دیکھتا ہوں اس کی کیا وجہ ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ”شعبان ایسا مہینہ ہے جو رجب اور رمضان کے درمیان ہے لوگ اس کی فضیلت سے غافل ہیں، اس مہینہ میں اللہ رب العلمین کے حضور میں لوگوں کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں، میری آرزو یہ ہے کہ جب میرے اعمال پیش ہوں تو میرا شمار روزہ داروں میں ہو۔“ (نسائی ج ۱ ص ۲۵۱)

شب براءت کی فضیلت :

ماہ شعبان المعظم میں ایک رات آتی ہے جو بڑی فضیلت والی رات ہے، اس رات کے کئی نام ہیں:

(۱) لَيْلَةُ الْبُرْأَيِۃِ یعنی دوزخ سے بری ہونے کی رات (۲) لَيْلَةُ الصَّكِّ یعنی دستاویز والی رات (۳) لَيْلَةُ الْمُبَارَكَةِ یعنی برکتوں والی رات۔ عرف عام میں اسے ”شب براءت“ کہتے ہیں۔ شب کے معنی فارسی زبان میں رات کے ہیں اور براءت عربی کا لفظ ہے جس کے معنی بری ہونے اور نجات پانے کے ہیں۔ یہ شعبان کی پندرہویں شب کو ہوتی ہے۔ احادیث مبارکہ میں اس شب کی بڑی فضیلت آئی ہے، ایک حدیث میں آتا ہے کہ ”اللہ تعالیٰ شعبان کی پندرہویں شب کو آسمان دُنیا پر نزول فرماتے ہیں اور قبیلہ بنو کلب کی بکریوں کے بالوں کی تعداد سے زیادہ گنہ گاروں کی بخشش فرماتے ہیں۔“ (ترمذی ج ۱ ص ۱۵۶ و ابن ماجہ ص ۱۰۰)۔ کہتے ہیں کہ عرب میں اس قبیلہ کے پاس تقریباً بیس ہزار بکریاں تھیں، اندازہ فرمائیے کہ بیس ہزار بکریوں کے کتنے بال ہوں گے؟ اُن کا شمار کرنا بھی انسان کے بس کی بات نہیں، اس سے معلوم ہوا کہ اس رات میں اتنے لوگ دوزخ سے بری کیے جاتے ہیں جن کو شمار نہیں کیا جاسکتا۔

ایک دوسری حدیث میں آتا ہے کہ ”جب شعبان کی پندرہویں شب آتی ہے تو (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) ایک اعلان کرنے والا اعلان کرتا ہے کہ کیا کوئی بخشش کا طلب گار ہے کہ میں اُس کو بخش دوں، کیا کوئی رزق مانگنے والا ہے کہ میں اُسے رزق دوں، کیا کوئی مصیبت زدہ ہے کہ میں اُسے (تکلیف) سے نجات

دوں، کیا کوئی ایسا ہے کیا کوئی ایسا ہے ؟ غرض تمام رات اسی طرح دربار رہتا ہے اور عام بخشش کی بارش ہوتی رہتی ہے حتیٰ کہ فجر ہو جاتی ہے (اور دربار برخاست ہو جاتا ہے)۔“ (فضائل الاوقات ص ۱۲۵ شعب الایمان ج ۳ ص ۳۸۳)

شب براءت میں کیا ہوتا ہے ؟ :

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

”تمہیں معلوم ہے شعبان کی اس (پندرہویں) شب میں کیا ہوتا ہے ؟ انہوں نے دریافت کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہوتا ہے ؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس رات میں یہ ہوتا ہے کہ اس سال میں جتنے پیدا ہو نیوالے ہیں وہ سب لکھ دیے جاتے ہیں اور جتنے اس سال مرنے والے ہیں وہ سب بھی اس رات میں لکھ دیے جاتے ہیں اور اس رات میں سب بندوں کے اعمال (سارے سال کے) اٹھائے جاتے ہیں اور اسی رات میں لوگوں کی (مقررہ) روزی اُترتی ہے۔“ (الدعوات الکبیر ج ۲ ص ۱۴۶ - مشکوٰۃ ج ۱ ص ۱۱۵)

ایک اعتراض اور اُس کا جواب :

یہاں ایک اعتراض پیدا ہوتا ہے کہ روزی وغیرہ تو پہلے سے لوح محفوظ میں لکھی جا چکی ہے پھر اس کا کیا مطلب کہ اس شب میں انسان کو ملنے والی روزی لکھ دی جاتی ہے ؟ اس اعتراض کا جواب علماء نے یہ دیا ہے کہ اس شب مذکورہ کاموں کی فہرست لوح محفوظ سے علیحدہ کر کے اُن فرشتوں کے سپرد کر دی جاتی ہے جن کے ذمہ یہ کام ہیں۔ الغرض اس رات میں پورے سال کا حال قلمبند ہوتا ہے، رزق، بیماری، تنگی، راحت و آرام، دُکھ، تکلیف حتیٰ کہ ہر وہ شخص جو اس سال پیدا ہونے یا مرنے والا ہو اُس کا وقت بھی اسی شب میں لکھا جاتا ہے۔

ایک روایت میں ہے حضرت عطاء بن یسار فرماتے ہیں کہ اس مہینے کی پندرہویں شب میں مملکت الموت (عزرائیل علیہ السلام) کو ایک رجسٹر دیا جاتا ہے اور حکم دیا جاتا ہے کہ پورے سال میں مرنے والوں کے نام اس رجسٹر سے نقل کر لو۔ کوئی آدمی کھیتی باڑی کرتا ہے، کوئی نکاح کرتا ہے، کوئی کوٹھی اور بلڈنگ

بنوانے میں مشغول ہے مگر اُس کو یہ بھی معلوم نہیں کہ میرا نام مُردوں کی فہرست میں لکھا جا چکا ہے۔ (لطائف المعارف ص ۱۴۸ - مصنف عبدالرزاق ج ۴ ص ۳۱۷)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پندرہویں شب میں معمول :

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ : ایک رات رسول اکرم ﷺ میرے گھر تشریف لائے اور لباس تبدیل فرمانے لگے لیکن پورا لباس اُتارنا نہ تھا کہ پھر کھڑے ہو گئے اور لباس زیب تن فرمایا۔ اس پر مجھے سخت رشک آیا اور گمان ہوا کہ آپ میری کسی سوکن کے یہاں جا رہے ہیں، آپ کی روانگی کے بعد میں بھی پیچھے پیچھے چلی، یہاں تک کہ میں نے آپ کو ”بقيع غرقہ“ (جنت البقیع) میں اس حالت میں دیکھا کہ آپ مسلمان مردوزن اور شہداء کے لیے مغفرت طلب فرما رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر میں نے دل میں کہا: میرے ماں باپ آپ پر قربان ! آپ اللہ کے کام میں مشغول ہوں اور میں دُنیاوی کام میں لگی ہوئی ہوں، اس کے بعد میں لوٹ کر اپنے حجرہ میں آئی، میں لمبی لمبی سانس لے رہی تھی کہ اتنے میں آپ ﷺ تشریف فرما ہوئے اور فرمایا عائشہ کیا بات ہے سانس کیوں پھول رہا ہے ؟ میں نے کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان آپ تشریف لا کر لباس تبدیل فرمانے لگے، ابھی لباس اُتارنے بھی نہ پائے تھے کہ دوبارہ لباس زیب تن کیا، اس پر مجھے رشک آیا اور خیال ہوا کہ آپ کسی اور زوجہ کے گھر تشریف لے جا رہے ہیں تا آنکہ میں نے آپ کو قبرستان میں دُعا میں مشغول دیکھا۔ اس پر آپ نے ارشاد فرمایا اے عائشہ ! کیا تمہیں یہ خوف ہے کہ اللہ اور اُس کا رسول تم پر کوئی ظلم و زیادتی کرے گا ؟

واقعہ یہ ہے کہ جبرئیل علیہ السلام میرے پاس آئے انہوں نے کہا کہ آج شعبان کی پندرہویں شب ہے جس میں قبیلۂ بنو کلب کی بکریوں کے بالوں کی تعداد کے برابر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی مغفرت فرماتے ہیں اور مشرک، کینہ ور، قطع تعلقی کرنے والے، بدسلوک، غرور سے زمین پر لباس گھسیٹ کر چلنے والے، والدین کے نافرمان اور عادی شراب خور کی طرف اس شب نظرِ کرم نہیں فرماتے، اس کے بعد آپ نے لباس اُتارا اور فرمایا اے عائشہ شبِ بیداری کی اجازت ہے ؟ میں نے عرض کیا جی ہاں میرے ماں باپ آپ پر قربان بصد شوق، چنانچہ آپ کھڑے ہو گئے اور عبادت کرنے لگے، دورانِ نماز ایک بڑا لمبا سجدہ کیا جس پر مجھے آپ کی قبضِ رُوح کا گمان ہوا، میں اُٹھ کر آپ کو دیکھنے بھالنے لگی، میں نے آپ کے

تلووں کو ہاتھ لگایا تو ان میں حرکت تھی، اس پر مجھے خوشی ہوئی، میں نے آپ کو سجدہ میں یہ دُعا کرتے سنا۔

أَعُوذُ بِعَفْوِكَ مِنْ عِقَابِكَ وَأَعُوذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ وَأَعُوذُ بِكَ

مِنْكَ جَلٍّ وَجَهْكَ لَا أَحْصِي ثَنَاءً عَلَيْكَ أَنْتَ كَمَا أَثْنَيْتَ عَلَيَّ نَفْسِيْكَ۔

صبح کو میں نے آپ سے ان دُعاؤں کا تذکرہ کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان دُعاؤں کو یاد کر لو اور دُوسروں کو بھی ان کی تعلیم دو کیونکہ جبرئیل علیہ السلام نے مجھے یہ دُعا سیکھائیں اور کہا کہ سجدہ میں یہ مکرر سہ کر رہی جائیں۔“ (ماثبت بالسنة ص ۱۷۳)

شب براءت میں کن لوگوں کی بخشش نہیں ہوتی ؟

بہت سی حدیثوں میں یہ بات بیان کی گئی ہے کہ کچھ بد نصیب لوگ ایسے ہیں کہ اس برکت والی رات میں بھی رحمت خداوندی سے محروم رہتے ہیں اور ان پر نظر عنایت نہیں ہوتی۔ ذیل میں ایسے بد قسمت لوگوں کی فہرست پیش کی جاتی ہے تاکہ لوگوں کو عبرت حاصل ہو : (۱) مُشْرک (۲) جاؤگر (۳) کاہن و نجومی (۴) بغض اور کینہ رکھنے والا (۵) جلاؤ (۶) ظلم سے ٹیکس وصول کرنے والا (۷) باجا بجانے والا اور ان میں مصروف رہنے والا (۸) جُوا کھیلنے والا (۹) ٹخنوں سے نیچے کپڑا لٹکانے والا (۱۰) زانی مرد و عورت (۱۱) والدین کا نافرمان (۱۲) شراب پینے والا اور اُس کا عادی (۱۳) رشتہ داروں اور مسلمان بھائی سے ناحق قطع تعلق کرنے والا۔

یہ وہ بد قسمت لوگ ہیں جن کی اس بابرکت رات میں بھی بخشش نہیں ہوتی اور رحمت خداوندی سے محروم رہتے ہیں۔ اس لیے ہر مسلمان کو چاہیے کہ اپنے گریبان میں منہ ڈالے اور غور و فکر کرے کہ کہیں ان عیبوں میں سے میرے اندر تو کوئی عیب اور بُرائی نہیں، اگر ہو تو اُس سے توبہ کرے اور حق تعالیٰ کی طرف رُجوع کرے، یہ خیال نہ کرے کہ میرے اتنے اور ایسے گناہ کیسے معاف ہوں گے، یہ شیطانی خیال ہے۔

پندرہویں شعبان کے روزہ کا حکم :

آنحضرت ﷺ شعبان میں کثرت سے روزے رکھا کرتے تھے اور دُوسروں کو بھی اس کی ترغیب دیتے تھے، خاص طور پر پندرہویں شب کے روزے کے متعلق حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

آپ کا یہ ارشاد منقول ہے کہ ”جب شعبان کی پندرہویں شب آئے تو رات کو قیام کرو (یعنی نمازیں پڑھو) اور (اگلے) دن کاروزہ رکھو۔“ (ابن ماجہ)

شب براءت میں ہمیں کیا کرنا چاہیے اور کن کاموں سے بچنا چاہیے :

- (۱) اس رات میں قیام کرنا یعنی نوافل پڑھنا مستحب ہے۔
 - (۲) قبرستان جانا اور مسلمان مردوزن کے لیے ایصالِ ثواب کرنا مستحب ہے۔
 - (۳) اگلے دن کاروزہ رکھنا مستحب ہے۔
- اس شب میں صلوٰۃ التَّسْبِيح پڑھیں، تہجد پڑھیں اور اس بات کا خاص خیال رکھیں کہ عشاء اور فجر کی نماز ضرور جماعت کے ساتھ ادا کریں، ایسا نہ ہو کہ نفلوں میں تو لگے رہیں اور فرائض چھوٹ جائیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اکیلے قبرستان گئے تھے اس لیے اکیلے جائیں اور صرف مرد جائیں عورتیں نہ جائیں، عورتوں کا قبرستان جانا جائز نہیں۔ بہتر ہے کہ شعبان کی ۱۳، ۱۴ اور ۱۵ تینوں دن کے روزے رکھ لیے جائیں انہیں ”ایامِ نبض“ کہتے ہیں اور ان دنوں میں روزہ رکھنے کا بہت ثواب ہے۔

اس شب میں آتش بازی ہرگز نہ کی جائے اس کا سخت گناہ ہے اور یہ ہندوؤں کا کام ہے نہ کہ مسلمانوں کا، چراغاں نہ کیا جائے کیونکہ اوّل تو یہ شریعت سے ثابت نہیں دوسرے اس میں اِسْرَاف ہے۔ بہت سے لوگ اس شب میں بجائے عبادت کے حلوے مانڈے میں مصروف ہو جاتے ہیں، شریعت سے اس شب میں حلوہ وغیرہ پکانے کا کوئی ثبوت نہیں۔ بہت سے لوگ مسجد میں اکٹھے ہو کر شور و غوغا کرتے ہیں اس سے بچا جائے اس کا سخت گناہ ہے۔ بہتر یہ ہے کہ نفلی عبادتِ خُفِیّہ کی جائے کہ دوسرے کو پتہ نہ چلے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ اس شب میں اس طرح مسجد میں اکٹھے نہیں ہوتے تھے سب اپنے گھروں میں ہی عبادت کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو سمجھے اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔



حضرت مولانا شیخ ولی خان مظفر
سابق استاذ الحدیث جامعہ فاروقیہ کراچی

فضائلِ صیام

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
۱: روزہ دار کا سونا عبادت ہے اور اس کا خاموش رہنا تسبیح ہے، (یعنی روزہ دار اگر خاموش رہے، تو اسے تسبیح پڑھنے کا ثواب ملتا ہے) اور اس کا عمل (ثواب میں) بڑھتا جاتا ہے، (یعنی اس کے اعمال کا ثواب بہ نسبت اور دنوں کے ان مبارک دنوں میں زیادہ ہوتا ہے) اور اسکی دعا مقبول ہے، (یعنی روزے کی حالت کو قبولیت دعا میں خاص دخل ہے) اور اسکے گناہ بخش دئے جاتے ہیں، (یعنی گناہ صغیرہ معاف ہو جاتے ہیں)۔

۲: روزہ ڈھال ہے اور مضبوط قلعہ ہے دوزخ سے بچانے کے لئے، (یعنی جس طرح ڈھال اور مضبوط قلعہ سے انسان دشمن سے بچتا ہے اسی طرح روزے کے ذریعہ سے دوزخ سے نجات حاصل ہوتی ہے)۔

۳: روزہ ڈھال ہے جب تک اسے نہ پھاڑا جائے، (یعنی برباد نہ کرے روزہ دار) اس کو جھوٹ اور غیبت سے، (یعنی روزہ ڈھال کا کام دیتا ہے، جبکہ اسکو گناہوں سے محفوظ رکھے اور اگر روزہ رکھا اور غیبت اور جھوٹ وغیرہ گناہوں سے باز نہ آئے، تو گو فرض ادا ہو جائیگا اور روزے کی جو برکت حاصل ہوتی اس سے

محرومی ہوگی)۔

۴: روزہ ڈھال ہے دوزخ سے، سو جو شخص صبح کرے اس حال میں کہ وہ روزہ دار ہو، پس نہ جہالت کرے، اس روز جب کوئی آدمی اس سے جہالت سے پیش آوے، تو اسے (بدلہ میں) برانہ کہے اور اس سے بری گفتگو نہ کرے اور چاہیے کہ یوں کہ دے کہ: ”میں روزہ دار ہوں“ اور قسم اس ذات کی، جس کے قبضہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے، بیشک جو بد بوروزہ دار کے منہ سے آتی ہے، وہ زیادہ محبوب ہے، خدا کے یہاں مشک سے بھی۔

۵: روزے دار کو ہر افطار کے وقت ایک ایسی دعا کی اجازت ہوتی ہے جس کے قبول کرنے کا خاص وعدہ ہے۔

۶: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو آدمیوں سے فرمایا کہ تم روزہ رکھو، اس لیے کہ روزہ ڈھال ہے دوزخ سے بچنے کے لئے اور زمانہ کی مصیبتوں سے بچنے کے لئے، (یعنی روزہ کی برکت سے دوزخ اور مصائب و تکالیف سے نجات ملتی ہے)۔

۷: تین ایسے آدمی ہیں کہ ان سے کھانے کا حساب (قیامت میں) نہ ہوگا، جو کچھ بھی کھائیں، جب وہ کھانا حلال ہو، (اور وہ) روزہ دار ہے اور سحری کھانے والا اور مجاہد خدا تعالیٰ کے راستہ میں، (یعنی جو اسلام کی سرحد میں مقیم ہو اور کافروں سے ملک اسلام کی حفاظت کرے، یہاں سے بہت بڑی رعایت روزہ دار کی اور سحری کھانے والے کی اور مجاہد اسلام کی ثابت ہوئی، کہ ان سے کھانے کا حساب ہی معاف کر دیا گیا)۔

۸: جو روزہ دار کو روزہ افطار کرائے، تو اس (روزہ افطار کرانے والے) کو اس روزہ والے کے ثواب کے برابر ثواب ملے گا بغیر اس بات کے کہ روزہ دار کا کچھ ثواب کم ہو، (روزہ دار کا ثواب کچھ کم نہ ہوگا، بلکہ حق تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اپنی طرف سے روزہ افطار کرانے والے کو اس روزہ دار کے برابر ثواب مرحمت فرمائیں گے)، اگرچہ کسی معمولی ہی کھانے سے روزہ افطار کراوے، گو پانی ہی ہو۔

۹: بیشک اللہ تعالیٰ نے (ثواب) مقرر کیا ہے بنی آدم کی نیکیوں کا دس گنا سے سات سو گنا تک فرماتا ہے اللہ تعالیٰ مگر روزہ (یعنی روزہ میں سات سو کی حد نہیں ہے) اور روزہ خاص میرے لئے ہے اور میں

ہی اسکی جزا دوںگا (اس سے روزہ کے ثواب کی عظمت کا انداز کرنا چاہیے کہ جس کا حساب ہی نہیں معلوم، کہ وہ ثواب کس قدر ہے اور خود حق تعالیٰ اسکو عطا فرمائیں گے، اور اسکا بندوبست ملائکہ کے ذریعہ سے نہ ہوگا، سبحان اللہ کیا قدر دانی ہے حق تعالیٰ کی تھوڑی سی محنت پر کس قدر عوض مرحمت فرماتے ہیں۔ اور بیشک روزہ دار کے لئے دو خوشیاں ہیں۔ ایک خوشی جب ہوتی ہے جبکہ روزہ افطار کرتا ہے اور دوسری خوشی قیامت کو ہوگی (خدائے تعالیٰ سے ملنے کے وقت جیسا کہ بعض احادیث میں تصریح بھی آئی ہے)۔

۱۰: جب رمضان مبارک کی پہلی رات ہوتی ہے، کھول دیے جاتے ہیں دروازے آسمان کے اور ان دروازوں میں سے کوئی دروازہ رمضان کی آخر رات آنے تک بھی بند نہیں کیا جاتا، اور ایسا کوئی مسلمان نہیں ہے، کہ نماز پڑھے کسی رات میں رمضان کی راتوں میں سے، مگر لکھے گا اللہ تعالیٰ اس کے لئے ڈھائی ہزار نیکیاں عوض ہر رکعت کے، (یعنی ایک رکعت کے عوض ڈھائی ہزار نیکیوں کا ثواب لکھا جاتا ہے) اور بنا دیگا اس کے لئے ایک مکان جنت میں سرخ یا قوت سے، جس کے ساٹھ دروازے ہوں گے اور ہر دروازے کے لئے ایک سونے کا محل ہوگا، جو آراستہ ہوگا سرخ یا قوت سے پھر جب (روزہ دار) روزہ رکھتا ہے رمضان کے پہلے دن کا، تو اسکے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں جو رمضان (گذشتہ) کی اس تاریخ تک کے ہیں۔ پچھلے رمضان کی پہلی تاریخ تک اور مغفرت طلب کرتے ہیں اس کے لئے روزمرہ ستر ہزار فرشتے صبح کی نماز سے آفتاب چھپ جانے تک اور ملے گا اسکو بدلے میں ہر رکعت کے جسکو پڑھتا ہے رمضان کے مہینہ میں رات میں یادن میں ایک درخت (جنت میں) ایسا جس کے سایہ میں سوار پانچ برس چل سکتا ہے۔ (کس قدر بڑی فضیلت ہے روزے کی۔ مسلمانو! کبھی فضا نہ ہونے دو، بلکہ ہمت ہو تو نفل روزوں سے بھی مشرف ہو لیا کرو اور اللہ تعالیٰ سے پورے طور پر محبت کرو، جس نے اس قدر رحمت سے کام لیا کہ معمولی محنت میں اس قدر ثواب مرحمت فرمایا، کم سے کم اپنے مطلب ہی کیلئے کہ جنت میں بڑی بڑی نعمتیں ملیں گی تو خدا کو اپنا محبوب بنا لو)۔

۱۱: بیشک جنت سجائی جاتی ہے ابتدائے سال سے آخر سال تک رمضان کے مہینے کیلئے اور بیشک حوریں بڑی بڑی آنکھوں والی بناؤں سنگار کرتی ہیں ابتدائے سال سے آخر سال تک رمضان کے روزہ داروں کے لئے پس جب رمضان آتا ہے جنت کہتی ہے، اے اللہ میرے اندر داخل کر دے اس مہینہ میں اپنے بندوں

کو (یعنی حکم فرما دیجئے کہ قیامت کو میرے اندر داخل ہوں) اور بڑی بڑی آنکھوں والی حوریں کہتی ہیں، اے اللہ مقرر فرما دے ہمارے لئے اس مہینہ میں خاوند اپنے بندوں میں سے، سو جس شخص نے نہ لگائی اس مہینہ میں کسی مسلمان کو تہمت اور نہ پی اس مہینہ میں کوئی نشہ لانے والی چیز، مٹا دے گا حق تعالیٰ اس کے سال بھر کے گناہ۔

۱۲: جب تم میں سے کسی کے سامنے کھانا قریب کیا جائے اس حال میں کہ وہ روزہ دار ہو (یعنی روزہ افطار کرنے کے لئے کوئی چیز اسکے پاس رکھی جائے) تو چاہیے کہ کہے (یعنی افطار سے پہلے یہ دعا پڑھے)

بِسْمِ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ اللّٰهُمَّ لَكَ صَمْتُ وَعَلَى رِزْقِكَ افطرت وعلیک
تو کلت سبحانک و بحمدک تقبل منی انک انت السميع العليم۔

۱۳: جب تم میں سے کوئی روزہ افطار کرے تو مناسب ہے کہ چھوہارے سے افطار کرے، اس لیے کہ وہ برکت ہے۔ پھر اگر نہ پاوے چھوہارہ تو مناسب ہے کہ افطار کرے پانی سے اس لیے کہ تحقیق وہ پاک کرنے والی چیز ہے، (بعض احادیث میں پانی ملے ہوئے دودھ سے افطار کرنا بھی حکم وارد ہوا ہے)۔

۱۴: جس نے روزے رکھے چالیس دن اس حال میں کہ وہ نہیں طلب کرتا ہے اس (روزہ رکھنے) سے مگر خدا کی رضامندی، تو نہ مانگے گا وہ اللہ سے کچھ، مگر دے گا اللہ اسکو وہ چیز۔

۱۵: جس نے روزہ رکھا، ہر محترم مہینہ میں جمعرات اور جمعہ اور سنچر کو، لکھے گا اللہ تعالیٰ اس کے لئے سات سو برس کی عبادت (یعنی سات سو برس کی عبادت کا ثواب اس کے لئے لکھا جاتا ہے۔ مگر دسویں، گیارہویں، بارہویں، تیرہویں ذوالحجہ کو روزہ رکھنا منع ہے)۔

۱۶: جس نے روزہ رکھا تین دن کسی محرم (رجب، شوال، ذوالقعدہ، ذوالحجہ) مہینے میں جمعرات اور جمعہ اور سنچر کے دن لکھے گا حق تعالیٰ اس کے لئے دو سال کی عبادت (یعنی اللہ تعالیٰ اسکو دو سال کی عبادت کا ثواب ان تین روزوں کے عوض قیامت کے دن مرحمت فرمائیں گے اور اس وقت یہ ثواب نامہ اعمال میں لکھ لیا جاوے گا)۔



رمضان المبارک اور مکہ مکرمہ، 7 سو سال قبل کے حالات

حرم مکی میں دور رہنے والوں کیلئے اونچائی پر 2 قذیلیں روشن کی جاتی تھیں، جب قذیلیں بجھادی جاتیں تو لوگ سحر کھانے سے رک جاتے۔

اللہ تعالیٰ نے اس عالم رنگ و بو کو اپنی عبادت و بندگی کیلئے پیدا کیا ہے، ارشاد ربانی ہے: ”میں نے جنات اور انسانوں کو محض اپنی عبادت و پرستش کیلئے پیدا کیا ہے۔“ (الذاریات 56)۔ انسانوں کے رشد و ہدایت اور صراط مستقیم پر لانے کیلئے اللہ تعالیٰ نے کم و بیش ایک لاکھ 24 ہزار انبیائے کرام مبعوث فرمائے۔ ہر ایک نے اپنی اپنی قوم کو ضلالت و گمراہی سے نکال کر رشد و ہدایت سے ہمکنار کرنے کی کوشش کی۔ اخیر میں تمام انبیائے کرام کے سردار و سر تاج محبوب آقا صلی اللہ علیہ وسلم کو مقدس کتاب الہی قرآن پاک دیکر مبعوث فرمایا گیا۔ یہ کتاب اس مبارک ماہ میں نازل کی گئی جو تمام مہینوں سے زیادہ افضل اور بابرکت ہے جسے رمضان کہا جاتا ہے۔ اللہ بزرگ و برتر نے اس ماہ کو اپنا مہینہ قرار دیا ہے جیسا کہ روایت میں آتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”ماہ شعبان میرا مہینہ ہے جبکہ ماہ رمضان اللہ تعالیٰ کا مہینہ ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے اس ماہ میں تمام انسانوں کے رشد و ہدایت اور فلاح و کامرانی کیلئے قرآن پاک نازل فرمایا، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”ماہ رمضان وہ ہے جس میں قرآن کریم نازل کیا گیا ہے جو لوگوں کو ہدایت کرنے والا ہے اور جس میں ہدایت کی اور حق و باطل کی تیز کی نشانیاں ہیں، تم میں سے جو شخص اس مہینے کو پائے اسے روزہ رکھنا چاہیے۔“ (البقرہ 185)۔

اللہ تعالیٰ نے اس مبارک مہینے میں اپنے بندوں پر روزے فرض کئے تاکہ وہ متقی و پرہیزگار ہو جائیں اور اسکی اطاعت و فرمانبرداری میں زندگی بسر کریں۔ جیسا کہ قرآن پاک میں ارشاد ہے:

”اے ایمان والو! تم پر روزے رکھنا فرض کیا گیا جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر روزے فرض کئے گئے تھے تاکہ تم تقویٰ اختیار کرنے والے بن جاؤ“ (البقرہ 183)۔

مکہ مکرمہ مرکز اسلام ہے۔ یہیں سے رشد و ہدایت کا سرچشمہ جاری ہوا جس سے دنیا کے انسان سیراب ہوئے اور قیامت تک سیراب ہوتے رہیں گے۔ یہیں پہلا وہ گھر ہے جسے اللہ وحدہ لا شریک لہ کی عبادت و بندگی کیلئے تعمیر کیا گیا ہے، ارشادِ بانی ہے:

”اللہ تعالیٰ کا پہلا گھر جو لوگوں کیلئے مقرر کیا گیا وہی ہے جو مکہ (شریف) میں ہے جو تمام دنیا کیلئے برکت و ہدایت والا ہے۔“ (آل عمران 96)۔

رمضان المبارک کا مہینہ آتے ہی پوری دنیا میں روحانی انقلاب برپا ہو جاتا ہے۔ ایمان کی باد نسیم چلنے لگتی ہے۔ رحمتوں، برکتوں کا سایہ فضاؤں پر چھا جاتا ہے، بندوں کے رزق میں اضافہ کر دیا جاتا ہے اور تمام لوگ اس ماہ مبارک کے فضائل و برکات سے فیض یاب ہونے کی کوشش شروع کر دیتے ہیں لیکن اس ماہ مبارک میں مکہ مکرمہ کی فضاء قابل دید اور قابل رشک ہو جاتی ہے۔ ایک طرف ماہ مبارک میں عمرہ و زیارت کی فضیلت حاصل کرنے کیلئے اندرون و بیرون ملک کے معتمرین کی بڑی تعداد موجود ہوتی ہے تو دوسری طرف اہالیان مکہ مکرمہ دل کھول کر ان کی ضیافت و مہمان نوازی کرنے کو اپنی سعادت و خوش نصیبی سمجھتے ہیں اور ہر شخص اپنی استطاعت سے زیادہ معتمرین کی خدمت بجالانے کی سعی کرتا ہے۔ ہر دور میں مؤرخین اور سیاحوں نے رمضان المبارک میں مکہ مکرمہ کی روحانی اور ایمان افروز ماحول کا اپنی کتابوں اور سفر ناموں میں تذکرہ کیا ہے۔ آئیے! ہم دیکھیں کہ دنیا کی تاریخ کے معروف سیاح ابن بطوطہ نے یہاں کے روحانی ماحول کو کس طرح دیکھا ہے۔

محمد بن عبد اللہ بن محمد اللواتی الطنجی المعروف ابن بطوطہ 703ھ مطابق 1304ء میں مراکش کے

طنجہ شہر میں پیدا ہوئے۔ 22 سال کی عمر میں فریضہ حج ادا کرنے کیلئے ارض مقدس کا سفر شروع کیا۔ جزائر، تیونس اور لیبیا سے ہوتے ہوئے مصر کے شہر فسطاط پہنچے۔ وہاں چند روز قیام کر کے ملک شام روانہ ہو گئے پھر وہاں سے حجاز مقدس آ گئے۔ مکہ مکرمہ پہنچ کر سب سے پہلے انہوں نے عمرہ ادا کیا۔ انہوں نے اپنے سفر نامہ میں حرم شریف کے روحانی ماحول کا نیز خلیفہ عباسی مہدی کے دور میں 167ھ میں توسیعی منصوبے کا تفصیل سے تذکرہ کیا ہے۔

ابن بطوطہ کا کہنا ہے کہ ”پہلے باب کعبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخ وفات کے علاوہ ہر جمعہ کی نماز کے بعد عام لوگوں کیلئے کھول دیا جاتا تھا۔ اس روز لوگوں کی بڑی تعداد نماز جمعہ ادا کرنے اور بیت اللہ شریف کے اندرونی حصے سے مستفید ہونے کیلئے جمع ہوتی تھی“ وہ آگے رقم طراز ہیں کہ ”اللہ تعالیٰ نے اس مقدس شہر کو گونا گوں فضائل و برکات سے نوازا ہے۔ بیت اللہ شریف میں ایک رکعت نماز پڑھنے کا اجر و ثواب دوسری جگہوں پر ایک لاکھ رکعت نمازیں ادا کرنے کے برابر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے تمام مسلمانوں کا قبلہ قرار دیا ہے اور اس کی طرف رخ کر کے نمازیں ادا کرنے کا حکم دیا ہے۔ حج و عمرہ میں اس کا طواف کرنا لازم اور ضروری ہے۔ بیت اللہ شریف کے عجائبات میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی حاصل کرنے کیلئے ہمہ وقت اس کا طواف کیا جاتا رہتا ہے اور کبھی بھی طواف کرنے والوں سے وہ خالی نہیں رہا۔ تمام مورخین، سیرت نگار اور سیاحوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جب سے بیت اللہ شریف تعمیر کیا گیا ہے اُس وقت سے اب تک بیت اللہ شریف کا طواف مسلسل جاری ہے اور تا قیامت انشاء اللہ یہ سلسلہ جاری و ساری رہے گا۔“

ابن بطوطہ نے حرم شریف کی درود یوار، صفا و مروہ کی مسافت اور اسکے آس پاس کے تجارتی مراکز اور وہاں کے لوگوں کی عادات و کردار کا بھی تذکرہ کیا ہے۔ انکا کہنا ہے کہ ”مکہ مکرمہ کے باشندے اعلیٰ اخلاقی قدروں اور بلند عادات و اطوار کے حامل ہیں۔ انکے اندر ہمدردی، رحمہلی، ایثار، عنخواری اور الفت و محبت کے جذبات بدرجہ اتم موجود ہیں۔ وہ غریبوں، مسکینوں اور ضرورت مندوں کی دل کھول کر مدد کرتے ہیں۔“

اپنے پڑوسیوں کا پورا خیال رکھتے ہیں۔ سب سے بڑھ کر ضیوف الرحمن کی خدمت کرنے اور انہیں آرام و راحت پہنچانے میں کوئی دقیقہ باقی نہیں چھوڑتے۔ یہاں کی خواتین عفت و پاکدامنی اور صلاح و

تقویٰ میں بلند مقام پر فائز ہیں۔ وہ شرعی حجاب کا اہتمام کرتی ہیں اور بیت اللہ شریف کا کثرت سے طواف کرتی ہیں۔ شب جمعہ میں انکی تعداد میں کافی اضافہ ہو جاتا ہے۔“

ابن بطوطہ نے اسی دور کے ممتاز علمائے دین اور انکی گرانقدر خدمات کو بھی قلم بند کیا ہے جن میں مدینہ منورہ کے حج نجم الدین محمد الطبری، خطیب مکہ بہاء الدین الطبری، حرم شریف کے مالکی امام ومفتی ابو عبداللہ محمد، حنفی امام شہاب الدین احمد بن علی اور حنبلی امام محمد بن عثمان کا بھی تذکرہ کیا ہے۔

ابن بطوطہ نے مکہ مکرمہ میں طویل عرصے تک قیام کیا۔ اس دوران انہوں نے وہاں کے اجتماعی، اقتصادی، تعلیمی اور معاشرتی حالات کا بہت قریب سے جائزہ لیا۔ رمضان 726ھ میں مکہ مکرمہ کے حالات کا تفصیل سے ذکر کرتے ہوئے وہ کہتے ہیں کہ ”مکہ مکرمہ کے بیشتر باشندے دن میں ایک مرتبہ سے زیادہ کھانا تناول نہیں کرتے۔ اگر کسی کو زیادہ بھوک لگتی تو وہ کھجور کھانے پر اکتفا کر لیتے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ لوگ بیماری سے محفوظ رہتے ہیں۔ جب رجب کا چاند نظر آ جاتا اور امیر مکہ مکرمہ کے حکم سے اس کا اعلان کیا جاتا تو لوگ خوشی سے اپنے گھروں میں قدیلیں روشن کرتے اور جشن مناتے۔ لوگ رجب کی 27 تاریخ کو جوق در جوق عمرہ ادا کرنے کیلئے حرم شریف کی طرف روانہ ہو جاتے۔ مکہ مکرمہ کے دور دراز کے لوگ اپنے ساتھ کھانے پینے کی اشیاء لے کر پہنچتے، وہ خود بھی کھاتے اور دوسروں میں بھی تقسیم کرتے۔“

15 شعبان کی شب میں معتمرین کی تعداد میں نمایاں اضافہ ہو جاتا اور پوری رات لوگ عبادت، تلاوت کلام پاک اور سنن ونوافل میں مصروف رہتے اور رمضان المبارک کا مہینہ آتے ہی حرم شریف کی روحانی فضا کو چار چاند لگ جاتے ہیں۔ حرم شریف کی پوری فضا تلاوت کلام پاک سے گونج اٹھتی۔ ہر طرف حفاظ کرام تراویح پڑھانے میں مصروف ہو جاتے جبکہ مسالک اربعہ کے پیروکار اپنے اپنے ائمہ کی اقتداء میں تراویح پڑھنے میں مشغول ہو جاتے۔ حرم شریف کا کوئی گوشہ اور کوئی حصہ خالی نہیں ہوتا جہاں لوگ تراویح نہیں پڑھ رہے ہوتے۔ سحری میں لوگوں کو جگانے کیلئے حرم مکی شریف کی مشرقی جانب میں واقع اذان خانے سے اعلان کیا جاتا تھا۔ علاوہ ازیں دور رہنے والوں کیلئے اونچائی پر 2 قدیلیں روشن کی جاتی تھیں جسے دیکھ کر لوگ سمجھ جاتے تھے کہ سحر کھانے کا وقت ہو گیا ہے اور جب قدیلیں بجھادی جاتیں تو لوگ سحر کھانے سے رک جاتے۔

حرم شریف کے علاوہ ارض مقدس کی تمام مساجد میں بھی تراویح کا اہتمام کیا جاتا تھا۔ بعض مساجد

میں ختم قرآن پاک کا بھی اہتمام ہوتا تھا۔ عام طور پر رمضان المبارک کی 27 تاریخ کی شب میں ختم قرآن پاک کا اہتمام ہوتا اور اس رات جشن کا سماں ہوتا تھا اور لوگوں میں شیرینی تقسیم کی جاتی۔

جب عید الفطر کا چاند نظر آجاتا تو لوگوں کی خوشیوں کی انتہا نہیں ہوتی تھی، خاص طور پر بچے پوری رات جاگ کر گزار دیتے، نئے کپڑے اور جوتے اپنے دوست و احباب کو دکھانے میں مصروف رہتے اور صبح ہوتے ہی نئے کپڑے پہن کر عید الفطر کی نماز دو گانہ ادا کرنے کیلئے حرم شریف روانہ ہو جاتے۔ نماز پڑھنے کے بعد تمام لوگ ایک دوسرے سے ملاقاتیں کرتے اور عید کی مبارکباد پیش کرتے بعد ازاں قبرستان جنت المعلیٰ جا کر ایصال ثواب کرتے۔ اسکے بعد اپنے گھروں کو واپس چلے جاتے۔ اپنے دوست و احباب اور عزیز واقارب کا استقبال کرتے اور ان میں مٹھائیاں تقسیم کرتے۔“

ابن بطوطہ کہتے ہیں کہ ”ذیقعدہ کی 27 تاریخ کو غلاف کعبہ بلند کر دیا جاتا اور جب ذی الحجہ کا چاند نظر آجاتا تو حجاج کرام حج کی تیاری میں مصروف ہو جاتے۔ ائمہ کرام مساجد میں لوگوں کو حج کی فضیلت اور اسکے ارکان سے آگاہ کرنا شروع کر دیتے تھے۔ ہم لوگ ذی الحجہ کی 8 تاریخ کو مصر، شام اور عراق سے آئیوالے حکمرانوں کے ہمراہ منیٰ کیلئے روانہ ہوئے اور 9 تاریخ کو وہاں سے عرفات گئے اور سورج غروب ہونے کے بعد عرفات سے مزدلفہ کیلئے روانہ ہو گئے جہاں سنت نبوی ﷺ کا اتباع کرتے ہوئے مغرب و عشاء کی نمازیں ایک ساتھ ادا کیں۔ مزدلفہ سے منیٰ کیلئے روانہ ہوئے، رمی جمرات کے بعد قربانی کی اور حلق کے بعد احرام اتار لیا۔“

ابن بطوطہ نے اپنے سفر نامے میں تحریر کیا ہے کہ ان دنوں غلاف کعبہ مصر سے تیار ہو کر آتا تھا جو سیاہ ریشم سے تیار کیا جاتا تھا۔ اس پر متعدد قرآنی آیات کندہ ہوتیں اور 10 ذی الحجہ کو بیت اللہ شریف پر نیا غلاف چڑھایا جاتا تھا۔ اس موقع پر فرزند ان اسلام کی بڑی تعداد موجود ہوتی اور حسین مناظر سے لطف اندوز ہوتی۔



خواتین کا ذوقِ عبادت

قرآن کریم میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے انسان کے مقصد زندگی کو بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ ”ہم نے انسانوں اور جنات کو محض اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے“، (الذاریات ۶۵) یہی بات ایک حدیث قدسی میں کچھ تفصیل کے ساتھ ہے کہ اے میرے بندو! ”میں نے تمہیں اس لیے پیدا نہیں کیا کہ تم تنہائی میں میرے انیس بنو اور نہ اس لیے کہ قلت میں تمہارے ذریعے میں کثرت حاصل کرو، اور نہ اس لیے کہ تنہا ہونے کے باعث کسی کام کے کرنے سے عاجز ہو کر میں تمہاری مدد کا طلب گار بنوں اور نہ اس لیے کہ تمہارے ذریعے کوئی نفع حاصل کروں یا کسی مضرت کو دفع کروں، میں نے تو تمہیں اس لیے پیدا کیا کہ تم زندگی بھر میری بندگی اختیار کرو، کثرت سے میرا ذکر کرو اور صبح و شام میری تسبیح پڑھتے رہو۔“ (عبادت کا حقیقی مفہوم مصنف ڈاکٹر یوسف القرضاوی ۴۳)

عبادت کے تعلق سے اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کے ہر فرد بشر سے ایک مضبوط عہد لیا ہے، جسے قرآن مجید نے واضح الفاظ میں ذکر کیا ہے کہ اے آدم کی اولاد! کیا میں نے تم سے عہد نہیں لیا ہے کہ شیطان کی عبادت نہ کرنا؛ اس لیے کہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے، اور میری ہی عبادت کرنا یہی سیدھا راستہ ہے (سورہ یٰسین ۶۰-۱۶)؛ لیکن انسان گردشِ زمانہ کے ساتھ ساتھ اس وعدہ خداوندی کو بھول گیا، اور ایک خدا کی عبادت کی بجائے کئی خداؤں کی عبادت کرنے لگا، اور ہر ذی اثر چیزوں کو خدا کا درجہ دے دیا، اس کی اسی

غفلت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے نبیوں اور رسولوں اور نزولِ کتب کا سلسلہ شروع کیا، جس کے ذریعہ پوری انسانیت کو ایک اللہ سے کیے ہوئے اس وعدے کو یاد دلایا اور انھیں بندوں کی عبادت سے نکال کر اللہ کی عبادت کی طرف پھیر دیا، ان نیک فطرت نبیوں اور رسولوں کا اپنی قوم کے لیے ایک ہی نعرہ تھا کہ اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو، اس کے علاوہ تمہارے لیے کوئی معبود نہیں ہے، قرآن کریم کی بہت سی آیتوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت سی احادیث میں عبادت کی بہت تاکید کی گئی ہے، اور یہ بھی بتلادیا گیا ہے کہ جو شخص اپنے مقصدِ زندگی (عبادت) میں کامیاب ہوگا وہی رب کی رضا اور خوشنودی حاصل کرے گا اور جو ناکام و نامراد ہوگا وہ رب کی ناراضگی کی وجہ سے عذاب و عقاب کا مستحق ہوگا؛ اس لیے بندے کی اصل کامیابی حکمِ الہی اور طریقہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق عبادت کرنے میں مضمر ہے، اور جو بندہ عبادت و بندگی کے علاوہ دوسرے طریقہ میں کامیابی کا طلب گار ہوگا، اُس کے لیے ناکامی لکھ دی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں مردوں کے اوصافِ بندگی کے ساتھ ساتھ عورتوں کے اوصافِ عبادت کو بھی ذکر کیا، اور اس پر ملنے والے اجر و ثواب کا انھیں بھی مستحق قرار دیا، جس کی طرف قرآن کریم کی یہ آیت اشارہ کر رہی ہے، ”یقیناً مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں، مومن مرد اور مومن عورتیں، فرمانبردار مرد اور فرمانبردار عورتیں، سچے مرد اور سچی عورتیں، صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں، اللہ سے ڈرنے والے مرد اور اللہ سے ڈرنے والی عورتیں، صدقہ کرنے والے مرد اور صدقہ کرنے والی عورتیں، روزہ دار مرد اور روزہ دار عورتیں، اپنے ستر کی حفاظت کرنے والے مرد اور اپنے ستر کی حفاظت کرنے والی عورتیں، اللہ کا ذکر کرنے والے مرد اور اللہ کا ذکر کرنے والی عورتیں، ان سب کے لیے اللہ نے مغفرت اور اجر عظیم تیار کیا ہے۔“ (الاحزاب ۵۳)

تاریخ اسلام اس بات پر گواہ ہے کہ ابتدائے اسلام سے آج تک عبادت و بندگی کے اس حکم پر جہاں مردوں نے عمل کیا ہے وہیں عورتیں بھی کسی سے پیچھے نہیں رہیں، خالق کائنات کی رضا جوئی کے لیے جہاں مرد اپنی راتوں کو عبادت سے مزین کیے وہیں عورتیں بھی اطاعت و بندگی کے ذریعہ اپنی راتوں کو سجا لیں، اور اپنے مولیٰ سے ہم کلامی کے لیے شب بیداری اور آہِ سحر گاہی کا معمول بنائیں، جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پورے جذبہ کے ساتھ عبادت میں مصروف ہوا کرتے وہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں

رہنے والی ازواجِ مطہرات بھی پورے شوق و جذبہ کے ساتھ فریضہ بندگی بجالاتیں، جہاں صحابہ طریقہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق عبادت کیا کرتے وہیں، صحابیات بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کی مطابق عمل کرتیں، اور جس طرح عبادت کے میدان میں حسن بصریؒ جیسے باکمال ولی پیدا ہوئے اسی طرح رابعہ بصریہ جیسی ولیہ بھی پیدا ہوئیں، عبادت گزاروں کی فہرست اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتی؛ جب تک ان برگزیدہ خواتین کا تذکرہ نہ کیا جائے، جن کے جذبہِ محبت و بندگی اور رضائے الہی کے حصول کی کوششوں کو دیکھ کر موجودہ دور کی خواتین بھی اپنے مقصدِ زندگی کو یاد کر سکتی ہے اور اپنے مولیٰ حقیقی کی عبادت میں ہمہ تن مصروف ہو سکتی ہے۔

خیر القرون اور دو سلفِ صالحین کی خواتین کو عبادت کا اتنا زیادہ شوق تھا کہ اپنے دن و رات کا اکثر حصہ عبادتِ الہی میں گزارتیں اور اپنے آپ کو ان اعمال میں لگاتیں جو خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو راضی کرنے والے ہوتے، عبادت کے ذریعہ اس مقام و مرتبہ پر پہنچ گئی تھیں جس تک آج کے بڑے بڑے ولی صفت انسان کا بھی پہنچنا مشکل ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے چہیتی بیوی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا عبادت گزار تھیں، اللہ سے نہایت ڈرنے والی تھیں، چاشت کی نماز پابندی کے ساتھ ادا کرتی تھیں، رمضان المبارک میں تراویح کا خاص اہتمام کرتیں، ان کا غلام نماز تراویح میں امامت کرتا اور وہ مقتدی ہوتیں، اکثر روزے رکھا کرتیں، پورے جذبہ کے ساتھ ہر سال برابر حج ادا کرتیں، غلاموں پر شفقت کرتیں اور ان کو خرید کر آزاد کرتیں (شرح بلوغ المرام)

امّ المؤمنین حضرت امّ سلمہؓ کی زندگی نہایت زاہدانہ تھی، انھیں عبادتِ الہی سے بہت زیادہ لگاؤ تھا، رمضان شریف کے علاوہ ہر مہینہ میں تین روزے پابندی کے ساتھ رکھا کرتیں، اطاعتِ خداوندی ہر عمل میں صاف نظر آتا تھا، جہاں اوامر کی بے حد پابندی تھیں وہیں نواہی سے بھی بچنے کا التزام کرتی تھیں۔ (ابن سعد)

امّ المؤمنین حضرت زینب بنت جحشؓ بڑی دیندار، پرہیزگار، حق گو اور رونے والی تھیں، ان کی عبادت و زہد کا اعتراف خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے، حافظ ابن حجرؒ نے اپنی کتاب ”الاصابہ“ میں ایک واقعہ تحریر کیا ہے کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مہاجرین کی ایک جماعت میں مالِ غنیمت تقسیم

فرما رہے تھے، حضرت زینبؓ بھی اس موقع پر موجود تھیں، انھوں نے کوئی ایسی بات کہی جو حضرت عمرؓ کو پسند نہیں آئی، انھوں نے ذرا تلخ انداز میں حضرت زینبؓ کو دخل دینے سے منع کیا، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے عمرؓ انھیں کچھ نہ کہو یہ اڈاہ (خدا سے ڈرنے والی) ہیں۔

امّ المؤمنین حضرت جویریہؓ بھی بڑی عبادت گزار اور زہداندہ زندگی گزارنے والی خاتون تھیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انھیں اکثر عبادت و بندگی میں مشغول پاتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب کبھی گھر سے باہر جاتے یا گھر تشریف لاتے تو انھیں اپنے رب سے راز و نیاز کرتے ہوئے پاتے، ایک دن حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں صبح کے وقت اپنے گھر کی مسجد (نماز کی جگہ) میں عبادت کرتے ہوئے دیکھا پھر ضروریات سے فارغ ہو کر آئے تو بھی اسی حالت میں ان کو پایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ کیا تم اُس وقت سے اسی حالت میں بیٹھی ہو؟ انھوں نے کہا: جی ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: یہ کلمات پڑھا کرو ان کو تمہاری نفل عبادت پر ترجیح حاصل ہے: سبحان اللہ، سبحان اللہ عدد خلقہ سبحان اللہ عدد خلقہ سبحان اللہ رضی نفسہ سبحان اللہ رضی نفسہ، سبحان اللہ زینۃ عرشہ سبحان اللہ زینۃ عرشہ، سبحان اللہ مداد کلماتہ، سبحان اللہ مداد کلماتہ (مسند احمد، حدیث جویریہ بنت الحارث، حدیث نمبر ۳۳۰۸/ناشر مؤسسة الرسالة)

مسند احمد میں ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص بارہ رکعات نفل روزانہ پڑھے گا اس کے لیے جنت میں گھر بنایا جائے گا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد حضرت امّ حبیبہؓ بھی سن رہی تھیں، اس کے بعد پوری زندگی یہ بارہ رکعات ان کے معمول میں رہیں کبھی ان کو ترک نہیں کیا (مسند احمد حدیث ابی موسیٰ الاشعری حدیث نمبر ۱۹۷۰۹/ناشر مؤسسة الرسالة)

حضرت سیدہ فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا کو عبادتِ الہی سے بے انتہا شغف تھا، ان کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ تہجد گزار اور کثرت سے روزے رکھنے والی تھیں، خوفِ الہی سے ہر وقت لرزاں اور ترساں رہتی تھیں، زبان پر ہمیشہ اللہ تعالیٰ کا ذکر جاری رہتا تھا، حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ میں فاطمہؓ کو دیکھتا تھا کہ کھانا پکاتی تھیں، اور ساتھ ساتھ خدا کا ذکر کرتی جاتی تھیں، حضرت سلمان فارسیؓ کا بیان ہے کہ حضرت فاطمہؓ گھر کے کام کاج میں لگی رہتی تھیں اور قرآن مجید کی تلاوت کرتی رہتی تھیں، وہ چٹکی پیستے وقت بھی قرآن پاک کی

تلاوت کرتی تھیں، علامہ اقبال نے اپنے اس شعر میں ان کی اسی عادت کی طرف اشارہ کیا ہے، شعر

آن ادب پروردہ صبر و رضا
آسیا گردان و لب قرآن سرا

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ فاطمہؓ اللہ تعالیٰ کی بے انتہا عبادت کرتی تھیں؛ لیکن گھر کے کام میں کوئی فرق نہیں آنے دیتی تھیں، سیدنا حسنؓ فرماتے ہیں کہ میں اپنی والدہ ماجدہ کو صبح سے شام تک محرابِ عبادت میں اللہ تعالیٰ کے آگے گریہ وزاری کرتے، نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ اس کی حمد و ثنا کرتے اور دعائیں مانگتے دیکھا کرتا تھا، اور یہ دعائیں وہ اپنے لیے نہیں؛ بلکہ تمام مسلمان مردوں اور عورتوں کے لیے مانگتی تھیں، عبادت کرتے وقت آپؐ کا نورانی چہرہ زرد ہو جاتا تھا، جسم پر لرزہ طاری ہو جاتا تھا، آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ جاتی تھی یہاں تک کہ اکثر مصلیٰ آنسوؤں سے بھیک جاتا تھا، حضرت حسنؓ بصریؒ فرماتے ہیں کہ حضرت فاطمہؓ کی عبادت کا یہ حال تھا کہ اکثر ساری رات نماز میں گزار دیتی تھیں بیماری اور تکلیف کی حالت میں بھی عبادتِ الہی کو ترک نہیں کرتی تھیں، اللہ تعالیٰ کی عبادت، اس کے احکام کی تعمیل اور اس کی رضا جوئی اور سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی ان کے رگ و ریشے میں سما گئی تھی (سیرت فاطمہ الزہراءؓ) حضرت اسماء بنت ابوبکرؓ عبادت و بندگی میں شہرہ رکھتی تھیں، نہایت درجہ کی عابدہ اور زاہدہ تھیں، کثرتِ عبادت ان کا خصوصی وصف تھا، ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسوف کی نماز پر ہمارے تھے، بہت سی صحابیات بھی شریک نماز تھیں، ان میں حضرت اسماءؓ بھی شامل تھیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کو کئی گھنٹے طویل کیا، حضرت اسماءؓ کی طبیعت کچھ کمزور تھی، تھک کر چور چور ہو گئیں؛ لیکن بڑے استقلال سے کھڑی رہیں، جب نماز ختم ہوئی تو غش کھا کر گر پڑیں، چہرے اور سر پر پانی چھڑکا گیا تو ہوش میں آئیں (بخاری شریف، باب صلاة النساء مع الرجال فی الکسوف، حدیث نمبر ۱۰۵۳)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چچی حضرت ام الفضلؓ نہایت پرہیزگار اور عبادت گزار تھیں؛ بعض روایتوں میں ہے کہ وہ ہر پیر اور جمعرات کو ہمیشہ روزہ رکھا کرتی تھیں۔

حضرت خولاءؓ بھی عبادتِ الہی سے کافی شغف رکھتی تھیں اور ساری رات عبادت اور نماز پڑھنے میں گزارتی تھیں، ان کا تذکرہ مسند احمد بن حنبل میں ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ صدیقہؓ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے، اتنے میں حضرت خولاءؓ کا ادھر سے گذر ہوا تو حضرت عائشہؓ نے رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ خولاء ہے، جو پوری رات عبادت میں گزارتی ہے اور رات بھر سوتی نہیں، اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعجب سے فرمایا کہ رات بھر نہیں سوتیں؟ پھر فرمایا کہ انسان کو اتنا ہی کام کرنا چاہیے جسے وہ ہمیشہ نباہ سکے (مسند احمد، مسند عائشہ حدیث نمبر ۲۵۶۳۲ / ناشر موسسة الرسالۃ)

حضرت صفوان بن معطلؓ کی اہلیہ ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر شکایت کرنے لگی کہ ان کے شوہر انھیں نماز پڑھنے کی بنا پر سختی کرتے ہیں، جب میں روزہ رکھتی ہوں تو میرا روزہ بھی تڑوادیتے ہیں، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے صفوان بن معطلؓ سے وجہ دریافت کی تو انھوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ نماز میں دو لمبی لمبی سورتیں پڑھتی ہیں اور میں انھیں اس سے منع کرتا ہوں، اور روزہ تڑوانے کی حقیقت یہ ہے کہ جب یہ نفلی روزے رکھنے پر آتی ہیں تو رکھتی ہی چلی جاتی ہیں جو میرے لیے تکلیف دہ ہے۔ (مسند احمد، مسند ابی سعید خدریؓ، حدیث نمبر ۱۱۰۸۰۱)

حضرت عائشہ بنت طلحہ مشہور تابعیہ ہیں، بڑی ذاکرہ تھیں، ان کی زبان صبح و شام ذکر الہی سے تر رہا کرتی تھی، ان کا نفس پاکیزہ ہو چکا تھا جس نے انھیں تمام عورتوں میں ممتاز کر دیا تھا، انھیں بہت ساری باتیں خواب کے ذریعہ معلوم ہو جاتی تھیں۔

خوابوں کی تعبیر بتانے والے مشہور امام محمد ابن سیرینؒ کی بیٹی حفصہ بنت سیرینؒ اپنے زمانے کی معروف تابعیہ ہیں، جن کے بلند مرتبہ کی گواہی اہل معرفت حضرات نے دی ہے، حفصہ بنت سیرینؒ پاکیزگی، عزت و عفت، اور دین و عبادت کے اعتبار سے عورتوں کی سردار تھیں، ان کی الگ کوٹھری تھی جس میں وہ اکثر عبادت کرتی تھیں؛ اسی لیے عبادت کے معاملے میں بہت ممتاز مقام رکھتی تھیں، اور وہ اس صفت میں حیرت انگیز مقام پر پہنچ گئی تھیں، جہاں پر صرف بڑے زاہدین کی ہی رسائی ہوتی ہے، مہدی بن میمونؒ فرماتے ہیں کہ حفصہ بنت سیرینؒ تیس سال تک اپنے مصلیٰ سے سوائے کسی کی بات کا جواب دینے یا قضاء حاجت کے نہیں نکلیں (سیر اعلام النبلاء، باب عمرة بنت عبد الرحمن ۴ / ۵۰۷)

حضرت معاذہ بنت عبد اللہ تابعیہ ہیں اور حضرت عائشہؓ و حضرت علیؓ کی شاگردہ ہیں، اپنے وقت کی بڑی عابدہ خاتون تھیں، اپنے نفس کو مخاطب کرتیں اور کہتیں کہ اے نفس! نیند تیرے سامنے ہے، اگر تو چاہے تو تیری قبر میں نیند حسرت یا خوشی میں لمبی ہو سکتی ہے، جب انھیں نیند نہیں آرہی ہوتی تو فوراً اللہ تعالیٰ کی

عبادت اور اس کی مناجات میں مستغرق ہوتیں (سیر اعلام النبلاء باب معاذۃ بنت عبد اللہ ۵۰۹/۴) حضرت معاذہؓ صبح کی تلاوت بہت محبوب تھی، ان کا دل اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا میں مصروف رہتا تھا، عبادت و بندگی کو اپنی عادت بنا لی تھی، یہاں تک کہ شبِ زفاف بھی عبادت میں گزر گئی، پوری رات عبادت اور ذکر و اذکار کرتی رہی؛ یہاں تک کہ فجر کی اذان ہونے لگی، ان کا معمول تھا کہ روزانہ چھ سو رکعات نماز پڑھتیں اور ہر رات وہ قرآن کریم کی تلاوت بھی کرتیں، جب سردی کا موسم ہوتا تو حضرت معاذہؓ پتلے کپڑے پہنتیں؛ تاکہ سردی کی وجہ سے نیند نہ آئے اور عبادت میں سستی پیدا نہ ہو۔ (نساء من عصر التابعین مصنف احمد خلیل جمعہ)

حضرت عبد اللہ بن مسلم عجلتہ بیان کرتے ہیں کہ مکہ میں ایک نہایت حسین و جمیل خاتون رہتی تھی اور اسے اپنے حسن و جمال پر بڑا ناز تھا، ایک مرتبہ وہ عبید بن عمیرؓ کے پاس ایک مسئلہ پوچھنے گئی اور دورانِ گفتگو اپنے چہرے سے کپڑا ہٹا کر انھیں اپنی طرف مائل کرنے لگی تو عبید بن عمیرؓ نے اس عورت کو (موت، قبر، اللہ کے سامنے حاضری کے ذریعہ) نصیحت فرمائی اور اسے اعمالِ خیر پر ابھارا، اتنی سے گفتگو پر وہ اس قدر متاثر ہوئی کہ گھر جا کر شوہر سے کہنے لگی کہ ہم دونوں نے آج تک آوارگی اور غفلت میں زندگی گزارا ہے، اس کے بعد سے وہ نماز، روزہ اور عبادت میں مصروف ہو گئی، اس عورت کا شوہر کہا کرتا تھا کہ عبید بن عمیرؓ نے میری بیوی کو کیا کر دیا ہے جو ہر وقت عبادت الہی میں مشغول رہتی ہے اور رہبانیت کی زندگی گزارتی ہے۔ (تنبیہ الغافلین)

یہ واقعات بتاتے ہیں کہ عورت ذاتِ عبادت کے معاملہ میں کبھی مردوں سے پیچھے نہیں رہی؛ بلکہ ان کا ذوقِ عبادت اور اللہ تعالیٰ سے خصوصی تعلق و محبت مثالی رہا ہے، آج کل کی خواتین بھی ان کے نقش قدم پر چل کر دنیا و آخرت میں سرخ رو ہو سکتی ہیں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے! آمین۔



”جہان دیدہ“ بیس ملکوں کا سفر نامہ

سفر نامہ وہ بیانیہ ہے جسے مسافر سفر کے دوران یا منزل پر پہنچ کر اپنے تجربات اور مشاہدات کی مدد سے تحریر کا جامہ پہناتا ہے اور اپنی گزری ہوئی کیفیات سے دوسروں کو واقف کراتا ہے۔ راہ میں پیش آنے والے اپنے تحیر، استعجاب اور اضطراب کو اس طرح سے قلم بند کرتا ہے کہ پڑھنے والے کے سامنے نہ صرف پوری تصویر آجاتی ہے بلکہ اس مقام سے متعلق تمام معلومات مع تفصیل اس کے علم اور آگہی میں اضافہ کر دیتی ہیں۔ ”جہان دیدہ“ بھی ایسا ہی ایک سفر نامہ ہے جو شیخ الاسلام حضرت مفتی عثمانی مدظلہ کے سفر ناموں کا پہلا مجموعہ ہے جو بیس ملکوں کے سفر کی تفصیل اور روئیداد پر مشتمل ہے۔ قبل ازیں آپ ان صفحات پر حضرت مفتی صاحب کا سفر نامہ ”سفر در سفر“ پڑھ چکے ہیں جسے قارئین نے بہت پسند کیا۔ اب قسط وار ”جہان دیدہ“ شائع کیا جا رہا ہے جو نہایت دلچسپ اور اپنے اندر بیش بہا معلومات کا خزینہ لئے ہوئے ہے، امید ہے قارئین پسند کریں گے اور یہ سلسلہ ان کے علم و عمل میں اضافے کا باعث بنے گا۔ انشاء اللہ

حضرت سلمان فارسیؓ

حضرت سلمان فارسیؓ ایران ہی کے باشندے اور ایک آتش پرست خاندان کے فرد تھے، لیکن حق کی تلاش نے انہیں آتش پرستی سے متنفر کر دیا تو اپنے آتش پرست باپ کے علی الرغم عیسائی مذہب قبول کر کے شام چلے گئے اور شام اور عراق کے مختلف عیسائی علماء کی صحبت اختیار کی۔ بالآخر عموریہ کے ایک نصرانی عالم کے پاس پہنچے اور ان کی صحبت میں رہنے لگے۔ جب اس عالم کی وفات کا وقت آیا تو انہوں نے

اس سے پوچھا کہ اب تک میں فلاں فلاں علماء کے پاس رہا ہوں، اب کہاں جاؤں؟ اس نصرانی عالم نے کہا کہ میں تمہیں کسی ایسے عالم کا پتہ بتانے سے قاصر ہوں جو بالکل صحیح راستے پر ہو، البتہ اب ایک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کا زمانہ قریب آ گیا ہے جو دین ابراہیمی پر ہوگا، عرب کی سرزمین میں مبعوث ہوگا اور ایک سرزمین کی طرف ہجرت کرے گا، جو خلستانوں سے معمور ہوگی اگر تمہارے لئے اس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچانا ممکن ہو تو ضرور پہنچ جانا۔ اس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تین علامتیں ہوں گی، ایک یہ کہ وہ صدقہ کا مال نہیں کھائیں گے۔ دوسری یہ کہ وہ ہدیہ قبول کر لیں گے، اور تیسری یہ کہ ان کے شانوں کے درمیان مہر نبوت ہوگی۔

نصرانی عالم کی وفات کے بعد حضرت سلمان ایک قافلے کے ساتھ عرب کی طرف روانہ ہوئے۔ لیکن قافلے کے ظالم ہمراہیوں نے راستے میں آپ کو ایک یہودی کے ہاتھ غلام بنا کر فروخت کر دیا۔ وہ یہودی مدینہ طیبہ کا رہنے والا تھا، آپ کو مدینہ طیبہ لے آیا۔ اس سرزمین کے خلستان دیکھ کر انہیں یقین سا ہو گیا کہ یہ وہی جگہ ہے جس کے بارے میں نصرانی عالم نے بتایا تھا۔ اس یہودی کے پاس غلام بن کر کام کرتے ہوئے مدت گزر گئی۔ ایک دن یہ ایک درخت پر چڑھے ہوئے کام کر رہے تھے اور ان کا یہودی آقا درخت کے نیچے بیٹھا ہوا تھا۔ اتنے میں اس یہودی کا ایک چچا زاد بھائی آیا اور اس سے کہنے لگا کہ؟؟ خدا بنی قبیلہ (انصار) کو ہلاک کرے کہ قبائلیں ایک شخص کے گرد جمع ہیں جو مکہ سے آیا ہے اور اسے نبی اور پیغمبر قرار دے رہے ہیں۔“

حضرت سلمانؓ خود فرماتے ہیں کہ جس وقت یہ جملہ میرے کان میں پڑا تو میرے جسم پر کپکپی سی طاری ہو گئی اور ایسا محسوس ہونے لگا کہ جیسے میں اپنے آقا کے اوپر گر پڑوں گا۔

دل کو تھام کر درخت سے نیچے اترے اور یہودی سے پورا واقعہ معلوم کرنا چاہا۔ لیکن جواب میں یہودی آقا نے ایک طمانچہ رسید کیا اور اسی وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچنے کی آرزو دل ہی میں رہ گئی۔ لیکن شام کو کام سے فراغت کے بعد اپنی تھوڑی سی پونجی لے کر قبائلیں پہنچے اور جا کر وہ پونجی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کی اور عرض کیا کہ آپ حضرات حاجت مند ہیں، اس لئے میں آپ کے اور آپ کے رفقاء کے لئے کچھ صدقہ پیش کرنا چاہتا ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لئے صدقہ قبول کرنے سے انکار کر دیا اور صحابہؓ کو لینے کی اجازت دی۔ حضرت سلمانؓ کے سامنے پہلی علامت ظاہر ہو چکی تھی۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم قبا سے مدینہ تشریف لے آئے تو حضرت سلمان دوبارہ حاضر خدمت ہوئے اور

صدقہ کے بجائے کچھ ہدیہ پیش کیا، آپ ﷺ نے اسے قبول فرمایا یہ حضرت سلمانؓ کے لیے دوسری علامت تھی۔

دو چار روز بعد حضرت سلمانؓ پھر حاضر خدمت ہوئے تو اس وقت آنحضرت ﷺ ایک جنازے کے ساتھ بقیع تشریف لائے تھے، صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت آپ ﷺ کے ساتھ تھی اور آپ درمیان میں تشریف فرما تھے، انہوں نے سلام کیا اور تیسری علامت یعنی مہر نبوت دیکھنے کے لئے سامنے سے اٹھ کر پیچھے آ بیٹھے۔ آنحضرت ﷺ ان کے پیچھے آنے کا مقصد سمجھ گئے اور پشت مبارک سے چادر ہٹا دی، انہوں نے مہر نبوت کو دیکھتے ہی پہچان لیا، تلاشِ حق کے طویل اور پر مشقت سفر کی منزل مقصود سامنے تھی۔ جس ذات اقدس کے انتظار میں غریب الوطنی سے لے کر غلامی تک نہ جانے کتنی صعوبتیں جھیلی تھیں، آج وہ فردوسِ نظر بن چکی تھی، سالہا سال کی جدوجہد کا پھل اچانک سرور و قرار کی شکل میں نظروں کے سامنے آیا، تو دل میں اٹدے ہوئے وہ طوفان جو نہ جانے کب سے سینے میں روپوش تھے، آنسوؤں کے دھارے کی شکل میں نگاہوں سے پھوٹ نکلے، آگے بڑھ کر مہر نبوت کو بوسہ دیا اور برسوں سے رکے ہوئے عقیدت و اخلاص کے آنسوؤں کی سوغات اس کی نذر کر دی۔

آنحضرت ﷺ کو ان کے رونے کا احساس ہوا، اپنے سامنے بلایا، ان سے ماجرا دریافت کیا، انہوں نے اپنی ساری سرگذشت سنائی اور آپ کے دست مبارک پر مشرف باسلام ہوئے۔ آنحضرت ﷺ نے ان کو غریب الوطنی اور اسلام کی راہ میں مشقتیں جھیلنے کا جو صلہ عطا فرمایا اس پر حضرت سلمانؓ نے نہ صرف وطن اور خاندان کی، بلکہ دنیا و مافیہا کی ساری راحتیں قربان کر سکتے تھے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

سلمان منا اهل البيت

”سلمان ہمارے اہل بیت میں سے ہیں“

ایک طرف عزت و تکریم کا یہ مقام تھا کہ سرور کائنات ﷺ نے انہیں اپنے اہل خاندان میں سے قرار دیا اور دوسری طرف یہودی کی غلامی اب بھی باقی تھی۔ آنحضرت ﷺ نے انہیں مشورہ دیا کہ اس یہودی سے کتابت کا معاملہ کرو، یعنی یہ کہ اسے کچھ رقم دے کر آزادی حاصل کر لو، یہودی نے آزادی کی جو شرائع عائد کیں وہ تقریباً ناقابلِ عمل تھیں۔ کہا کہ چالیس اوقیہ سونا ادا کر دو اور کھجور کے تین سو درخت لگاؤ،

جب ان درختوں پر پھل آجائے گا تو تم آزاد ہو گے۔ تین سو کھجور کے درخت پر پھل آنے کے لئے ایک عمر درکا تھی۔ لیکن رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کو ترغیب دی کہ وہ کھجور کے پودوں سے حضرت سلمانؓ کی امداد کریں۔ چنانچہ صحابہ کرامؓ کے تعاون سے کھجور کے تین پودے جمع ہو گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمانؓ سے فرمایا کہ ان پودوں کے لئے گڑھے تیار کرو۔ جب گڑھے تیار ہو گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہ نفس نفیس تشریف لے گئے اور تمام درخت خود اپنے رستِ مبارک سے لگائے اور برکت کی دعا فرمائی۔ پودے اس مقدس ہاتھ سے لگے تھے جس نے دلوں کی ویران کھیتیاں سیراب کی تھیں اور جس نے چند ہی سالوں میں حق کے تناور درخت اگائے تھے۔ اس مبارک ہاتھ کا یہ معجزہ ظاہر ہوا کہ ان تمام کھجور کے درختوں پر ایک ہی سال میں پھل آ گیا اور حضرت سلمانؓ کی آزادی کی سب سے مشکل شرط پوری ہو گئی۔

اب چالیس اوقیہ سونے کی شرط باقی تھی، ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کہیں سے سونا آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمانؓ کے حوالے فرمادیا کہ اس کے ذریعے آزادی حاصل کر لیں۔ بظاہر سونا چالیس اوقیہ سے بہت کم تھا، لیکن جب حضرت سلمانؓ نے وزن کیا تو پورا چالیس اوقیہ نکلا اور اس طرح رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی بدولت انہیں غلامی سے رہائی نصیب ہوئی۔ غلامی کی وجہ سے غزوہ بدر اور غزوہ احد میں شریک نہیں ہو سکے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کا پہلا غزوہ غزوہ احزاب تھا اور اس غزوے میں آپؐ ہی کے مشورے سے خندق کھودی گئی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد آپ مسلسل جہاد میں حصہ لیتے رہے، خاص طور پر حضرت عمرؓ کے زمانے میں جب ایران پر لشکر کشی ہوئی تو اس میں آپ نے ایک نمایاں سالار کی حیثیت سے حصہ لیا۔ سینکڑوں بلکہ ہزاروں عرب مسلمان آپ کی کمانڈ میں جہاد کرتے تھے اور جامع ترمذی میں روایت ہے کہ جب ایران کے کسی قلعے پر حملہ کرنا ہوتا تو پہلے حضرت سلمان فارسیؓ انہیں دعوتِ اسلام دیتے اور یہ بتاتے کہ میں ایرانی ہونے کے باوجود اسلام کی بدولت عربوں کا امیر بنا ہوا ہوں۔

ایران فتح ہونے کے بعد آپ نے مدائن کو اپنا مستقر بنا لیا تھا۔ کچھ عرصے وہاں کے گورنر بھی رہے۔ لیکن اپنی امارت کے زمانے میں بھی اتنے سادہ رہتے کہ دیکھ کر کوئی شخص انہیں امیر مدائن نہ سمجھ سکتا تھا۔ ایک مرتبہ شام کا ایک تاجر کچھ سامان لے کر مدائن آیا تو حضرت سلمانؓ ایک عام آدمی کی طرح سڑکوں پر پھر رہے تھے۔ شام کا وہ تاجر انہیں مزدور سمجھا اور ان سے کہا کہ یہ گھٹری اٹھا لو۔ حضرت سلمانؓ

نے کسی تامل اور توقف کے بغیر گھڑی اٹھالی، کچھ دیر بعد مدائن کے باشندوں نے انہیں بوجھ اٹھائے دیکھا تو اس شامی تاجر سے کہا کہ ”یہ امیر مدائن ہیں“۔ اس پر وہ تاجر بہت حیران بھی ہوا اور شرمندہ بھی، اور حضرت سلمانؓ سے معذرت کے ساتھ درخواست کی کہ وہ بوجھ اتار دیں، لیکن حضرت سلمانؓ راضی نہ ہوئے اور فرمایا کہ میں نے ایک نیکی کی نیت کر لی ہے، اب جب تک وہ پوری نہ ہو، یہ سامان نہیں اتاروں

گا“ چنانچہ وہ سامان منزل تک پہنچا کر ہی دم لیا۔ (طبقات ابن سعد ص 88 ج 4)

حضرت سلمان فارسیؓ کی وفات حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت میں مدائن ہی میں ہوئی اور یہیں آپ کو دفن کیا گیا، آپ کی قبر مبارک پر آج بھی یہ حدیث کندہ ہے کہ: ”سلمان منا اہل البیت“



دُنیا کی عظیم ترین خواتین

عالم و جابر اور خدائی کا دعویٰ کرنے والے فرعون کے مقابل شجاعانہ انداز میں سب سے پہلے کھڑی ہونے والی ایک عورت تھی حضرت آسیہ۔

سب سے پہلے جس نے مکہ اور کعبہ کو آباد کیا، وہ بھی ایک عورت تھیں، سب سے پہلے جس نے روئے زمین کا مبارک ترین زمزم بوش فرمایا وہ بھی ایک عورت تھیں، سب سے پہلے جس نے صفا و مروۃ کی سعی انجام دی وہ بھی ایک عورت تھیں اور اب لاکھوں حاجیوں پر لازم ہے کہ ایک عورت کے انجام دیئے گئے فعل کو بجالائیں ورنہ ان کا حج قبول نہیں ہوگا۔ اور وہ خاتون تھیں ”حضرت ہاجرہ علیہا السلام“

سب سے پہلے جو ہمارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائیں۔۔۔ ”حضرت خدیجہ الکبریٰؓ“

سب سے پہلے جس کا خون اسلام کی راہ میں بہایا گیا اور شہید ہوئی وہ بھی ایک عورت تھی۔۔۔ ”حضرت سمیہؓ“

سب سے پہلے جس نے اپنا مال اسلام کی راہ میں دیا وہ بھی ایک عورت تھی۔۔۔۔ ”حضرت خدیجہ الکبریٰؓ“

جس نے قصر یزیدی کو لرزادیا وہ کوئی مرد نہیں تھا بلکہ وہ ایک عورت تھی حضرت زینب بنت علی اور کائنات کی سب سے عظیم

خاتون جوان سب خواتین کی سردار ہیں خاتون جنت ”جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا“

از ”حاجی صاحب ضمیر“

مرتب: مولانا محمد ذوالکفل

سوانح حضرت حاجی عبدالوہاب صاحبؒ

مجدد تبلیغ حضرت حاجی عبدالوہاب صاحبؒ کی ساری زندگی جہد مسلسل سے عبارت ہے۔ آپ نے اپنی حیات مستعار کی سات دہائیاں دین کی اشاعت اور تبلیغ کی محنت میں وقف کر دیں۔ حاجی صاحب کی جدائی یقیناً ایک عظیم قومی سانحہ ہے اور یہ ایسا خلا ہے جو شاید کبھی پُر نہ ہو سکے، لیکن قدرت کے فیصلوں کے آگے کون ٹھہر سکتا ہے، آخر سب کو جانا ہے اور جانے والے کبھی واپس نہیں آتے، ہاں ان کی حسین یادیں ہمیشہ ہماری زندگی کا حصہ بن جاتی ہیں۔

ان کے انتقال کے بعد یہ بات شدت سے محسوس ہوئی کہ ان کے حقیقی احوال و واقعات مجتمع ہو جائیں تاکہ ان کی سیرت و کردار کے درخشاں پہلو امت کے سامنے آسکیں اور ان کی زندگی کا مطالعہ کر کے لوگوں کو بھی اپنی زندگی کا رخ متعین کرنے میں مدد مل سکے۔ اسی مقصد کے پیش نظر جامعہ کے شعبہ نشر و اشاعت نے حضرت حاجی صاحبؒ کے سوانح حیات، دینی و تبلیغی خدمات، تقسیم ہند سے قبل اور بعد کے تبلیغی حالات و واقعات کو خوبصورت انداز میں یکجا کرنے کا بیڑہ اٹھایا اور مختصر عرصے میں تقریباً سات سو صفحات کی ضخیم کتاب تیار ہو گئی جو بحمد اللہ چھپ کر منظر عام پر آچکی ہے، جس کی طباعت اول ہاتھوں ہاتھ تک بھی گئی ہے اب اس کی طباعت ثانی پر کام جاری ہے، قارئین کے فائدے اور دلچسپی کے لئے اسے ”ماہنامے“ میں قسط وار شائع کیا جائے گا۔ امید ہے قارئین اسے پسند فرمائیں گے۔

حضرت مولانا محمد الیاسؒ ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں: ”میں حضرت محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روح پاک کو اپنی اس اسکیم کے زندہ ہوئے بغیر بے چین پارہا ہوں اور اس وقت دنیا میں مذہب کی تازگی اور تمام مخلوق کی بلاؤں اور آفات کا دفیعہ مجھے کھلی آنکھوں اپنی اس تحریک کی تازگی میں منحصر نظر آ رہا ہے اور کچھ اللہ

جل جلالہ وعم نوالہ کی طرف سے اس کی نصرت اور تائید کی کھلی آیات نظر آرہی ہیں اور امیدیں بہت اچھی کامیابی کی سرسبزیوں سے شاداب ہیں، میں اس امر میں مبادرت اور مسابقت کرنے والوں کے لیے خوش نصیبی اور سعادت کا بہت ہی بڑا حصہ نمایاں دیکھ رہا ہوں، لیکن کھلی رغبت کے ساتھ مبادرت و مسابقت کرنے والے بہت ہی کم ہیں۔“

میوات میں دین کی عام اشاعت

ان رضا کار مبلغین کی وجہ سے جو بہت بڑی تعداد میں اپنا سامان اپنی پیٹھ پر اٹھائے ہوئے اپنا ضروری خرچ یا خوراک ساتھ باندھے ہوئے ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں اور میوات کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک پھرتے رہتے تھے، تھوڑی مدت میں اس وسیع علاقے میں دین اور دین داری کی ایسی عام اشاعت ہوئی اور ایسی روشنی پھیلی جس کی نظیر دور دور نہیں مل سکتی۔

حقیقت یہ ہے کہ دین کے کام کا صحیح طرز وہی ہے جو قرن اول میں تھا، اسلام کے سپاہی لڑنے کے ہتھیار اور کھانے کے لیے سامان، خوراک اپنے گھر سے لاتے تھے، اور شہادت کے شوق اور رضائے الہی کی طلب میں جہاد کرتے تھے، میوات کی اس ذی نقل و حرکت میں اس مبارک دور کی ہلکی سی جھلک تھی، اگر کوئی ان مبلغین کے قافلوں کو اس حالت میں گزرتا ہوا دیکھتا کہ کاندھے پر کمر پڑے ہوئے ہیں، بغل میں سپارے دبے ہوئے ہیں، چادر کے پلوں میں چپنے یا چند روٹیاں بندھی ہوئی ہیں، زبان ذکر و تسبیح میں مشغول ہے، آنکھوں میں شب بیداری کے آثار، پیشانیوں پر سجدے کے نشانات، ہاتھ پاؤں سے جھانکشی اور مشقت کا اظہار ہو رہا ہے تو دیکھنے والے کے سامنے بیرمعونہ کے ان شہید صحابیوں کی ایک دھندلی سے تصویر پھر جاتی جو قرآن اور احکام دین کی تعلیم کے لیے رسول اللہ ﷺ کے حکم سے جا رہے تھے اور شہید کر دیئے گئے تھے۔

ضلع مظفرنگر و سہارن پور میں جماعتوں کی نقل و حرکت

ضلع مظفرنگر اور سہارن پور علم دین کا مخزن اور اہل حق کا مرکز سمجھا جاتا تھا، اس لیے حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے جماعتوں کی چلت پھرت کا کام خطہ میوات سے باہر ان علاقوں میں زیادہ موزوں سمجھا، تاکہ اہل دین کی صحبت اور اختلاط، دین کی تحصیل میں مفید ثابت ہو۔ جب میواتی حضرات کی ایک جماعت نے تھانہ بھون اور اس کے اطراف میں جا کر مولانا الیاس صاحبؒ کے بتلائے ہوئے اصول و آئین کی رعایت کرتے ہوئے کام کیا تو حضرت تھانویؒ ان میواتیوں کے عملی کام اور قرب و جوار کی متواتر خبروں سے اور ان کی آمد کی برکات کو خود ملاحظہ فرمانے سے بے حد خوش ہوئے اور اس جماعتی کارروائی سے اطمینان بھی

ہوا تو ایک موقع پر مولانا الیاس صاحبؒ سے آپ نے فرمایا ماشاء اللہ آپ نے تو یاس کو آس سے بدل دیا۔ بہر حال اس دینی دعوت کی نقل و حرکت کے لیے فکر کامل اور سعی بلیغ اور جہد مسلسل فرما کر اور ایک غیر رواجی عمل کو ہمہ گیر اور عالمگیر شان میں لا کر امت مسلمہ کے حوالہ کر کے ۲۱ رجب ۱۳۶۳ھ مطابق ۱۳ جولائی ۱۹۴۲ء صبح صادق کے وقت راہی بقا ہوئے۔ فَبَلَّغْ احسن البلاغ رحمة الله رحمة واسعة۔

میری بے تاب آنکھیں ڈھونڈتی پھرتی ہیں گلشن میں
صبا تو نے کہاں لے جا کے خاک آشیاں رکھ دی

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کی جانشینی اور انتقال نسبت

اکابر و مشائخ کے ایما پر حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے اپنے صاحب زادے مولانا محمد یوسف صاحبؒ کو اپنے انتقال سے ایک روز قبل خلافت و نیابت سے سرفراز فرمایا تھا اور کام کے متعلق کامل اطمینان کا اظہار بھی فرمایا تھا اور اپنے صاحب زادے کو کچھ نصیحتیں فرمانے کے بعد یہ شعر بھی پڑھا تھا۔

داد او را قابلیت شرط نیست
بلکہ شرط قابلیت داد اوست

ترجمہ: اللہ کی داد و دہش کے لیے قابلیت شرط نہیں ہے بلکہ قابلیت کی شرط یہ ہے کہ اللہ کی داد و دہش شامل حال ہو۔

انتقال سے کچھ دیر پہلے حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے اپنے فرزند حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ کو پاس بلایا، محبت بھری نگاہ ڈالی اور فرمایا: یوسف آمل لے ہم تو چلے۔ خدا جانے اس پر محبت نگاہ میں کیا تاثیر تھی جس سے درد و فکر اور ایمان و یقین کی ایک نہ بجھنے والی آگ ایک سے دوسرے کے اندر منتقل ہو گئی اور وہ خلا جو ایک عظیم داعی الی اللہ کے جانے سے پیدا ہو رہا تھا وہ اسی انتقال نسبت سے اور خدا کی شان عطائی سے پر ہوا، ایسے ہی موقع کے لیے مولانا روم نے فرمایا:۔

آن لطافت پس بداں کز آب نیست
جز عطاء مبدع وہاب نیست

ترجمہ: یہ آب و گل کی مہربانی نہیں ہے صرف پیدا کرنے والے اور عطا کرنے

والے کی عطا ہی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جو خصوصی صفات و کمالات حضرت مولانا الیاس صاحبؒ کو عطا فرمائے تھے، ان کے انتقال کے بعد ہی یہ صفات و کمالات مولانا محمد یوسف صاحبؒ کے اندر منتقل ہو گئے، اس کی حقیقت حال میں مولانا منظور نعمانی صاحبؒ یوں فرماتے ہیں کہ ”اس عاجز نے اور غالباً ہر دیکھنے والے نے حضرت مولانا الیاس صاحبؒ کی زندگی میں تین باتیں بہت ہی غیر معمولی درجہ کی دیکھیں (۱) دین کا درد و فکر (۲) اللہ تعالیٰ پر اعتماد و یقین (۳) معارف و حقائق کا فیضان۔ پھر حضرت مولانا الیاس صاحبؒ کے وصال کے بعد ہر دیکھنے والے نے کھلی آنکھوں دیکھا کہ یہ تینوں باتیں دفعتاً حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ میں آگئیں اور ان تینوں میدانوں میں وہ بہت تیز رفتاری بلکہ برق رفتاری سے بڑھتے رہے۔“



اولدین کے ساتھ حسن سلوک اور رشتے داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرنے کا بیان

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابو طلحہ رضی اللہ عنہ انصار مدینہ میں اپنے کھجور کے باغات کی وجہ سے سب سے زیادہ مالدار تھے اور اپنے باغات میں سب سے زیادہ پسندائیں بیرحاء کا باغ تھا۔ یہ باغ مسجد نبوی کے بالکل سامنے تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں تشریف لے جایا کرتے اور اس کا بیٹھا پانی پیا کرتے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب یہ آیت نازل ہوئی «لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون» یعنی ”تم نیکی کو اس وقت تک نہیں پاسکتے جب تک تم اپنی پیاری سے پیاری چیز نہ خرچ کرو۔“ یہ سن کر ابو طلحہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم اس وقت تک نیکی کو نہیں پاسکتے جب تک تم اپنی پیاری سے پیاری چیز نہ خرچ کرو۔ اور مجھے بیرحاء کا باغ سب سے زیادہ پیارا ہے۔ اس لیے میں اسے اللہ تعالیٰ کے لیے خیرات کرتا ہوں۔ اس کی نیکی اور اس کے ذخیرہ آخرت ہونے کا امیدوار ہوں۔ اللہ کے حکم سے جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم مناسب سمجھیں اسے استعمال کیجئے۔ راوی نے بیان کیا کہ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”خوب! تو بڑا ہی آمدنی کا مال ہے۔ یہ تو بہت ہی نفع بخش ہے۔ اور جو بات تم نے کہی میں نے وہ سن لی۔ اور میں مناسب سمجھتا ہوں کہ تم اسے اپنے نزدیک رشتہ داروں کو دے ڈالو۔ ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا۔ یا رسول اللہ! میں ایسا ہی کروں گا۔ چنانچہ انہوں نے اسے اپنے رشتہ داروں اور چچا کے لڑکوں کو دے دیا۔ (صحیح البخاری، کتاب الزکوٰۃ: رقم الحدیث: ۱۴۶۱)

”ہر شب کو سحر کر“

دور جاہلیت میں عرب قوم انبیاء علیہ السلام اور ان کی تعلیمات سے دوری، جزیرہ نما میں طویل عرصے سے مقید رہنے اور آباؤ اجداد کے دین اور قومی روایات پر سختی سے عمل پیرا ہونے کے سبب اخلاقی اور معاشی برائیوں کی پیستوں میں گھر چکے تھے۔ بت پرستی کا یہ عالم تھا کہ کسی بھی پتھر کو اپنے ہاتھ سے تراش کر پوجنے لگ جاتے، کوئی زیادہ اچھا پتھر ملتا تو پہلے کو پھینک کر نئے پتھر کو کارساز قرار دے دیتے، کوئی سفر میں جاتا تو چار پتھر اکٹھے کرتا، تین سے چولہا بناتا اور چوتھے کو معبود اور حاجت روا قرار دے دیتا۔ عورت کے حقوق پامال کیے جاتے، حتیٰ کہ بچیوں کو زندہ درگور کر دیا جاتا، زنا اور شراب عام تھے، معمولی باتوں پر شروع ہونے والی جنگیں برسوں جاری رہتیں، انتقام نہ لینے کو باعثِ عار سمجھتے۔ پورا جزیرہ نماعرب گویا شکار گاہ تھا کہ کسی کی بھی جان، مال، عزت محفوظ نہ تھی۔ انسانیت کی حالت قابلِ رحم تھی۔ اور اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ صلاحیتیں بے محل خرچ ہو کر ضائع ہو رہی تھیں۔

جب رات کی تاریکی چھاتی ہے تو کائنات کے اندھیروں کو دور کرنے کے لیے دن کا اجالا آ جاتا ہے، اسی طرح دلوں کی تاریکی دور کرنے کے لیے آفتابِ نبوت طلوع ہوا۔ انسانیت پر خالق کائنات کا عظیم احسان ہوا کہ اسی گمراہ عرب قوم میں سے اپنے حبیب محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو چنا اور خاتم المرسلین اور رحمتہ للعالمین بنا کر مبعوث فرمایا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لقد من اللہ علی المؤمنین اذ بعث فیہم رسولا (ال عمران)

ترجمہ: ”ایمان والوں پر اللہ تعالیٰ نے احسان فرمایا کہ جب ان میں ایک پیغمبر کو مبعوث فرمایا۔“
23 سالہ نبوی زندگی کے نہایت مختصر عرصے میں آپ علیہ السلام نے دعوتِ دین کی ایسی محنت فرمائی کہ گمراہی کی گہری اور تاریک دلدل میں پھنسے ہوئے لوگوں کو نکال کر اخلاق و کردار کی بلندیوں پر پہنچا دیا۔ معاشی، معاشرتی، اخلاقی، روحانی، غرضیکہ ہر پہلو سے ایسی تربیت فرمائی کہ بت پرست، بت شکن بن گئے، ایک دوسرے کی جان لینے والے ایک دوسرے کی خاطر جان دینے والے بن گئے۔ دورِ جاہلیت کی گمراہ ترین قوم کو رضائے الہی کے پروانے ملنے لگے، حیوانوں سے بھی بدتر زندگی گزارنے والے انسانیت کے معراج کو پہنچے۔

فرشتہ مجھ کو کہنے سے میری توہین ہوتی ہے
میں مسجود ملائک ہوں مجھے انسان ہی رہنے دو

عرب قوم اقوامِ عالم کے نزدیک حقیر اور بدتہذیب مانے جاتے تھے، اب اسلام نے جو شعور دیا اور دولتِ ایمانی حاصل ہوئی تو دنیا کا مال و اسباب جو شان و شوکت کا ذریعہ سمجھا جاتا تھا وہ ان کی نظروں میں ہیج ہو گیا۔

شان آنکھوں میں نہ چھتی تھی جہاں داروں کی
کلمہ پڑھتے تھے ہم چھاؤں میں تلواروں کی
نقش توحید کا ہر دل میں بسایا ہم نے
زیرِ خنجر یہ پیغام سنایا ہم نے

(اقبال)

حضرت ربیع بن عامرؓ جب رستم کے ریشم، سونا، چاندی اور جواہرات سے مزین دربار میں دعوت کی غرض سے گئے تو بدن پر پہنڈ لگے کپڑے تھے، چھتھڑوں میں لپٹی ہوئی تلوار ہاتھ میں تھی اور خنجر پر سوار تھے، دل میں ایمان بسا تھا، مرعوب نہ ہوئے اور جب آنے کا مقصد پوچھا گیا تو فرمایا: ہم مخلوق کو مخلوق کی بندگی سے نکال کر خالق کی بندگی کی طرف اور دوسرے ادیان کے ظلم سے نکال کس اسلام کے عدل کے سائے میں لانے کے لیے آئے ہیں۔

غرضیکہ انسانی تاریخ میں ایسے انقلاب کی نظیر نہیں ملتی کہ اتنے کم عرصے میں بغیر کسی قتل و غارت کے دعوتِ دین کے اثرات سارے عالم میں پھیل گئے، ہر طرف اسلام کا بول بالا ہو گیا، جزیرہ عرب کے علاوہ

فارس و روم جیسی عظیم الشان سلطنتوں پر بھی اسلام کا پرچم لہرانے لگا۔ ایمانی طاقت کی بدولت علوم و فنون کے ہر میدان میں بھی مسلمانوں نے اپنا لوہا منوایا اور اس وقت کی سپر پاور بن گئے۔

پھر جوں جوں عہد صحابہؓ اور تابعینؓ سے دور ہوتے گئے، دنیا کو مقصد بنا لیا اور عیش و عشرت میں مگن ہو گئے، دین اپنی زندگیوں سے نکل گیا اور کفار بھی دین سے متنفر ہونے لگے، کفار کو جرأت حاصل ہو گئی۔ کفر کا غلبہ ہونے لگا، مسلمان ذات و پستی کا شکار ہونے لگے، دین کو تو چھوڑا ہی تھا، اب دنیا ہی ہاتھ سے نکل گئی۔

آ تجھ کو بتاؤں میں تقدیر ام کیا ہے
شمشیر و سناں اول طاؤس و رباب آخر

(اقبالؒ)

آج کشمیر، فلسطین، عراق، شام، افغانستان، برما اور وہ غیر اسلامی ممالک جہاں مسلمان اقلیت میں ہیں، وہاں کفار کا ظلم و ستم اور مسلمانوں کی زبوں حالی، امت مسلمہ کی دین سے دوری، دنیا کی محبت، باہمی اتحاد اور احساس کے فقدان ہی کا نتیجہ ہے۔ تقریباً ڈیڑھ صدی قبل مولانا الیاسؒ کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے دعوت و تبلیغ کے کام کو دوبارہ شروع کروا دیا، جو الحمد للہ آج بھی جاری ہے جس کے ذریعے کروڑوں لوگ ساری دنیا میں دعوت دین سے وابستہ ہو گئے ہیں اور الحمد للہ اس کے اثرات ساری دنیا میں بھی مرتب ہو رہے ہیں، نہ صرف مسلمان راہ راست پر آ رہے ہیں بلکہ کفار بھی اسلام کی طرف مائل ہو رہے ہیں۔

کمبوڈیا میں 2000 میں جب جماعت گئی تو ساری جماعت کو شہید کر دیا گیا، پھر کچھ عرصے بعد ایک اور جماعت جب گئی تو کافی محتاط انداز میں دعوت کا کام کیا، آج وہاں 30 مساجد ایسی ہیں جہاں 15، 15 حضرات چارہ ماہ والے ہیں، یہ دعوت ہی کی برکت ہے۔ ہم بھی دعوت کے کام کو اپنی ذمہ داری سمجھ کر خروج، نصرت اور معاونت، ترغیب، فکر اور دعا کے ذریعے اپنا حصہ ڈالیں۔

مغرب سے ہو بیزار، نہ مشرق سے عذر کر
فطرت کا اشارہ ہے، ہر شب کو سحر کر

(اقبالؒ)



حفاظ اور تراویح کے چند اہم مسائل

- 1- رمضان المبارک میں بیس رکعت تراویح سنت مؤکدہ ہے۔ اگرچہ روزہ نہ رکھنا ہو جیسا کہ مریض وغیرہ۔
- 2- تراویح میں مکمل قرآن سنانا اور سننا دونوں سنت مؤکدہ ہیں۔
- 3- قرآن سنانے کے لیے حافظ سے پیشگی طے کرنا یا معروف ہونا کہ یہاں قرآن سنانے پر کچھ ملے گا اور حافظ اسی کی امید پر سنائے تو یہ قرآن سنانے کی اجرت ہے جو کہ جائز نہیں۔
- 4- اسی طرح سامع سے طے کرنا یا معروف ہونا بھی قرآن سننے کی اجرت ہے اور درست نہیں۔
- 5- انتظامیہ کا حافظ سے یہ مطالبہ کرنا کہ قرآن سنانے کے لیے مسجد کو اتنا چندہ دو یا مسجد میں تعمیر کرواؤ رشوت ہے۔
- 6- ایک مسجد میں ایک ہی وقت میں تراویح کی متعدد جماعتیں کرنا حضرت عمرؓ کے نظم کی خلاف ورزی ہے۔
- 7- مسجد میں تراویح کی ایک جماعت کے بعد دوسری جماعت کروانا مکروہ ہے۔
- 8- مسجد سے ہٹ کر حفاظ کا اپنے گھروں میں قرآن سنانا جائز ہے لیکن ایک سامع کے علاوہ باقی مرد مسجد جا کر تراویح پڑھیں تاکہ باقی لوگ مسجد کے ثواب سے محروم نہ رہیں۔
- 9- مسجد سے ہٹ کر کسی ہال یا پارک میں تین، پانچ یا سات روزہ تراویح کے لیے لوگوں کو دعوت دینا بھی درست نہیں۔
- 10- بالغوں کو تراویح پڑھانے والا باشرع اور بالغ ہونا چاہئے۔ بالغ وہ شخص ہوتا ہے کہ جس کی داڑھی، مونچھ وغیرہ اور جسم کے بال نکل آئے ہوں ورنہ چاند کے حساب سے پندرہ سال کا ہو چکا ہو۔
- 11- نماز پڑھانے والے کا پورا محراب کے اندر کھڑا ہونا مکروہ ہے۔ اگر پاؤں باہر ہوں اور سجدہ اندر ہوتو

کوئی حرج نہیں ہے۔

- 12۔ نماز میں ہر ایسا کام کرنا کہ جسے دور سے دیکھنے والا یہ سمجھے کہ یہ نماز نہیں پڑھ رہا نماز کو توڑ دیتا ہے۔
- 13۔ بلا ضرورت گلا کھنکھارنا یا کھانسی کرنا کہ جس سے آہ، اودہ وغیرہ کوئی مکمل لفظ بن جائے تو نماز ٹوٹ جاتی ہے۔
- 14۔ نماز میں اتنی آواز سے ہنسنا کہ خود کو بھی آواز آئے اور آس پاس والوں کو بھی، اس سے نماز بھی ٹوٹ جاتی ہے اور وضوء بھی۔ اتنی آواز سے ہنسنا کہ سب پاس کے لوگ نہ سن سکیں اس سے صرف نماز ٹوٹتی ہے اور اگر صرف دانت کھل جائیں آواز بالکل بھی نہ ہو تو نماز بھی نہیں ٹوٹتی۔
- 15۔ جب نماز ٹوٹ جائے تو پڑھا ہوا قرآن دوبارہ پڑھنا ہوگا۔
- 16۔ دوران قیام اپنی نگاہ سجدے کی جگہ پر رکھنی چاہئے سامنے کی طرف نگاہ رکھنا درست نہیں۔
- 17۔ آنکھیں بند کرنا اگر خشوع پیدا کرنے کے لیے ہو تو درست ہے ورنہ نہیں۔
- 18۔ سجدہ میں جاتے ہوئے اپنے کپڑے سمیٹنا درست نہیں۔ 19۔ نماز میں انگلیاں چٹھانا درست نہیں۔
- 20۔ نماز میں سر یا کندھے پر رومال ڈال کر اس کے دونوں پلوؤں کو نیچے لٹکا دینا درست نہیں۔
- 21۔ لوگوں کی اکتاہٹ کو سامنے رکھتے ہوئے تیز پڑھ سکتے ہیں مگر اتنا تیز نہیں کہ لفظ مکمل اور صحیح ادا نہ ہوں۔ اگر لوگ مزید جلدی کا تقاضا کرتے ہوں تو شروع میں ثناء چھوڑ سکتے ہیں اور آخر میں درود شریف صرف ”اللہم صل علی محمد“ تک پڑھ کر سلام پھیر سکتے ہیں۔ لیکن اگر لوگ اکتاتے نہ ہوں تو ثناء، درود شریف اور دعا چھوڑنا نہیں چاہئے۔
- 22۔ ہر چار رکعت کے بعد اتنی دیر بیٹھنا چاہئے کہ جس میں لوگ تین بار تسبیح تراویح پڑھ سکتے ہوں اس سے زیادہ دیر بیٹھنے میں اگر لوگوں کو اکتاہٹ نہ ہو تو بیٹھ سکتے ہیں ورنہ نہیں۔
- 23۔ تراویح میں ایک مرتبہ بلند آواز سے کسی سورت کے شروع میں ”بسم اللہ“ پڑھنی چاہئے کیونکہ سورتوں کے فصل کے لیے ”بسم اللہ“ کا نزول علیحدہ سے ہوا۔ البتہ اخیر کی ہر سورت کے ساتھ باواز ”بسم اللہ“ پڑھنا درست نہیں۔
- 24۔ قرآن کے اختتام میں سورہ اخلاص نماز کے اندر تین بار پڑھنا درست نہیں۔
- 25۔ افضل یہ ہے کہ تراویح کی تمام رکعتوں میں قرأت برابر ہو لیکن کم و بیش بھی پڑھ سکتے ہیں۔
- 26۔ اگر قرأت میں غلطی سے ایک آیت یا سورت چھوڑ کر اگلی پڑھ لی تو مستحب یہ ہے کہ چھوٹی ہوئی آیت یا سورت کے ساتھ ساتھ اگلی آیت یا سورت دوبارہ پڑھیں تاکہ قرآن کی تلاوت ترتیب سے ہو لیکن اگر دقت ہو تو صرف رہ جانے والی آیت یا سورت بھی پڑھ سکتے ہیں۔

- 27- ایک دن رہ جانے والی غلطیاں اگلے دن درست کر لیں ورنہ قرآن نامکمل رہ جائے گا۔
- 28- دوسری رکعت کے بعد اگر تیسری رکعت کے لیے کھڑے ہو جائیں تو تیسری رکعت کے سجدے سے پہلے پہلے جب بھی یاد آئے فوراً بیٹھ جائیں اور سجدہ سہو بھی کریں۔ لیکن اگر تیسری رکعت کا سجدہ کر لیا پھر یاد آیا تو ایک رکعت اور ملا کر چار رکعتیں پوری کر لیں پھر اگر درمیان میں دو رکعتوں پر نہیں بیٹھے تھے تو سجدہ سہو بھی کریں اور تراویح بھی دو رکعت شمار ہونگی اور آخری دو رکعتوں میں پڑھا ہوا قرآن بہتر ہے کہ دوبارہ دہرائیں لیکن اگر مشقت ہو تو چھوڑ بھی سکتے ہیں۔ اور اگر درمیان میں دو رکعتوں پر بیٹھ گئے تھے تو چاروں رکعتیں تراویح ہونگی۔ اور سجدہ سہو کی بھی ضرورت نہیں۔
- 29- سورہ فاتحہ آہستہ شروع کر دی اور تیس (۳۰) حروف تک پڑھ گئے تو سجدہ سہو کریں۔
- 30- سورہ فاتحہ کے بعد اس سوچ میں کہ کہاں سے پڑھنا ہے اتنی دیر لگ گئی کہ جتنی دیر میں تین دفعہ ”سبحان اللہ“ پڑھا جا سکتا ہے تو سجدہ سہو واجب ہے۔
- 31- وتر میں دعائے قنوت بھول کر رکوع میں چلے جائیں تو دوبارہ اٹھ کر دعاء قنوت نہ پڑھیں بلکہ سجدہ سہو کریں لیکن اگر اٹھ کر دعاء قنوت شروع کر دی تو رکوع دوبارہ کریں اور سجدہ سہو بھی کریں۔
- 32- اگر نماز کے اندر شک ہو جائے کہ پہلی رکعت ہے یا دوسری تو اپنے غالب گمان کے مطابق عمل کریں۔ اگر کسی طرف بھی گمان غالب نہ ہو تو کم مقدار پر عمل کریں یعنی پہلی رکعت شمار کریں۔ مگر پہلی رکعت کے بعد التحیات ضرور پڑھیں اور بعد میں سجدہ سہو بھی کرنا ہوگا۔
- 33- نماز کے بعد اختلاف ہو جائے کہ دو رکعتیں ہوئی ہیں یا تین اور امام کو یقین ہو کہ دو رکعتیں ہوئی ہیں تو وہ نماز دوبارہ نہ پڑھائے۔ اگرچہ مقتدی دوبارہ دہرائیں گے۔ لیکن اگر امام کو یقین نہ ہو بلکہ شک ہو کہ دو رکعتیں ہوئی ہیں یا تین اور امام کے ساتھ ایک بھی مقتدی ہو تو امام دوبارہ نہیں پڑھائے گا۔ اور اگر امام کے ساتھ کوئی مقتدی نہ ہو بلکہ سب ہی کہتے ہوں کہ تین رکعتیں ہوئی ہیں تو امام دوبارہ پڑھائے گا اور قرآن کی تلاوت بھی دوبارہ کرے گا۔
- 34- آیت سجدہ پر سجدہ تلاوت واجب ہے۔ اور سجدہ کرنا ہی افضل اور اصل ہے لیکن اگر کسی نے صرف رکوع کیا یا نماز کے رکوع میں اس سجدہ کی بھی نیت کر لی تب بھی ادا ہو جائے گا بشرطیکہ تین آیتیں آگے نہ چلا گیا ہو۔ اور اگر تین آیتیں آگے چلا گیا ہو تو اب سجدہ تلاوت رکوع میں ادا نہیں ہو سکتا بلکہ اس کے لیے الگ سے سجدہ ہی کرنا پڑے گا اور تاخیر پر سجدہ سہو بھی کرنا ہوگا۔

- 35- سجدہ تلاوت تین آیتیں آگے نکل جانے کے بعد رکوع، سجدہ یا قعدہ اخیرہ میں جہاں بھی یاد آئے کریں اور تاخیر پر سجدہ سہو بھی کریں۔
- 36- اگر سجدہ بالکل رہ جائے تو توبہ واستغفار کریں، نماز ختم ہو جانے کے بعد نماز والا سجدہ تلاوت ادا نہیں کیا جاسکتا۔
- 37- رمضان میں وتر جماعت کے ساتھ پڑھنا افضل ہے۔ لیکن وتر اس شخص کا پڑھنا بہتر ہے کہ جس نے عشاء کے فرض جماعت کے ساتھ ادا کیے ہوں۔
- 38- اگر امام مقتدی کسی نے بھی فرض جماعت کے ساتھ ادا نہ کیے ہوں تو وتر جماعت کے ساتھ پڑھنے کے بجائے تنہا ادا کیے جائیں۔
- 39- نابالغ بچہ سامع بن سکتا ہے اور امام کے پیچھے پہلی صف میں کھڑا ہو سکتا ہے۔ لیکن اتنا سمجھدار ہونا چاہئے کہ اسے معلوم ہو کہ نماز کن صورتوں میں ٹوٹ جاتی ہے تاکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ بچہ کی نماز ٹوٹ جانے کے بعد امام اس سے لقمہ لے لے اور اس کی نماز بھی ٹوٹ جائے۔
- 40- اگر امام بقدر ضرورت قرأت کر چکا ہو (یعنی ایک بڑی آیت یا تین چھوٹی آیتیں) اور اسے آگے یاد نہ آ رہا ہو تو رکوع کر لے سامع کو لقمہ دینے پر مجبور نہ کرے۔
- 41- سامع کو بھی چاہئے کہ بغیر شدید ضرورت کے امام کو لقمہ نہ دے۔ شدید ضرورت یہ ہے کہ امام غلط پڑھ کر آگے جا رہا ہو یا اسے آگے یاد نہ آ رہا ہو اور وہ بار بار پیچھے سے دہراتا رہے رکوع نہ کرے یا خاموش ہو جائے۔ البتہ بلا ضرورت لقمہ دینے سے نماز نہیں ٹوٹی۔
- 42- ختم قرآن کی شیرینی کے لیے عمومی چندہ کرنا درست نہیں، ہو سکتا ہے کہ کسی شخص نے بغیر دلی رضامندی کے اور لوگوں سے شرم کھاتے ہوئے دیا ہو۔ البتہ اگر چند لوگ آپس میں ملکر دلی رضامندی سے انتظام کریں تو جائز ہے۔
- 43- مروجہ شہینہ کہ جس میں چار سے زیادہ آدمیوں کی جماعت ہوتی ہے جائز نہیں۔ اگر اس کی خاطر لوگوں کو بلا یا جائے تو نفل کام کے لیے تداعی کی بدعت بھی ہوگی۔
- 44- عورتوں کا تنہا جماعت کرنا مکروہ تحریمی ہے نیز عورتوں کا تراویح کے لیے گھر سے نکل کر کسی اور گھر میں یا مسجد میں جانا مکروہ تحریمی ہے۔ ہاں اگر ان کے گھر میں ہی حافظ سنارہا ہو تو اس کے پیچھے نماز پڑھ سکتی ہیں اگرچہ پڑھانے والا نامحرم ہو جبکہ نامحرم خواتین دوسرے کمرے میں ہوں یا بیچ میں کوئی پردہ لگا ہوا ہو۔



از: بہشتی زیور

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ

روزہ سے متعلق مسائل

چاند کا علم نہ ہونے پر شعبان کی تیسویں تاریخ کے مسائل

مسئلہ: شعبان کی انتیس تاریخ کو اگر رمضان کا چاند نکل آئے تو صبح کو روزہ رکھو اور اگر نہ نکلے یا آسمان پر ابر ہو اور چاند نہ دکھائی دے تو صبح کو جب تک یہ شبہ رہے کہ رمضان شروع ہوا یا نہیں روزہ نہ رکھو بلکہ شعبان کے تیس دن پورے کر کے رمضان کے روزے شروع کرو۔

مسئلہ: انتیسویں تاریخ کو ابر کی وجہ سے رمضان کا چاند دکھائی نہیں دیا تو صبح کو نفل روزہ بھی نہ رکھو۔ ہاں اگر ایسا اتفاق ہوا کہ ہمیشہ پیر اور جمعرات کا روزہ رکھا کرتا تھا اور کل وہی دن ہے تو نفل کی نیت سے صبح کو روزہ رکھ لینا بہتر ہے۔ پھر اگر کہیں سے چاند کی خبر آگئی تو اسی نفل روزے سے رمضان کا فرض ادا ہو گیا۔ اب اس کی قضا نہ رکھے۔

مسئلہ: ابر کی وجہ سے انتیس کا چاند دکھائی نہیں دیا تو دوپہر سے ایک گھنٹہ پہلے تک کچھ کھاؤ نہ پیو۔ اگر کہیں سے خبر آجائے تو اب روزہ کی نیت کر لو اور اگر خبر نہ آئے تو زوال کے بعد کھاؤ پیو۔

مسئلہ: اگر آسمان صاف ہو اور انتیس کا چاند کسی نے بھی نہ دیکھا ہو تو تیس شعبان کو نفل روزہ رکھنا مکروہ تنزیہی ہے۔

مسئلہ: سحری کھانا مستحب ہے اگرچہ بھوک نہ ہو اور کھانا نہ کھائے تو کم سے کم دو تین چھوہارے ہی کھا لے یا اور کوئی چیز تھوڑی بہت کھا لے اور کچھ نہ سہی تو تھوڑا سا پانی ہی پی لے۔

مسئلہ: اگر کسی نے سحری نہ کھائی اٹھ کر ایک آدھ پان کھالیا تب بھی سحری کھانے کا ثواب مل گیا۔
3: سحری جہاں تک ہو سکے دیر کر کے کھانا بہتر ہے لیکن اتنی دیر نہ کرے کہ صبح ہونے لگے اور روزے میں شبہ پڑ جائے۔

مسئلہ: انجانا (دل کی طرف دوران خون کم ہو جانے) کے مریض اگر روزہ کی حالت میں (Angised) گولی زبان کے نیچے رکھ لیں اور اس کا خیال رکھیں کہ لعاب حلق کے نیچے اترنے نہ پائے تو منہ کی اندرونی تہہ سے اس کے جذب ہونے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ اور اگر لعاب حلق میں چلا گیا تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔ لہذا احتیاط بہتر ہے۔

مسئلہ: منہ میں دوا لگانا شدید ضرورت کے وقت جائز ہے اور بلا ضرورت مکروہ تنزیہی ہے۔ اگر دوا پیٹ کے اندر چلی جائے تو اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

مسئلہ: کونکہ چبا کر دانت صاف کرنا اور منجن یا پیسٹ سے دانت صاف کرنا مکروہ ہے اور اگر اس میں سے کچھ حلق میں اتر جائے تو روزہ جاتا رہے گا اور مسواک سے دانت صاف کرنا درست ہے چاہے سوکھی مسواک ہو یا تازی اسی وقت کی توڑی ہوئی۔ اگر نیم کی مسواک ہے اور اس کا کڑوا پن منہ میں معلوم ہوتا ہے تب بھی مکروہ نہیں۔ مسواک کا کوئی ریشہ اتفاق سے سانس کے ساتھ اندر چلا جائے تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

مسئلہ: رات کو نہانے کی ضرورت ہوئی مگر غسل نہیں کیا، دن کو نہایا تب بھی روزہ ہو گیا بلکہ اگر دن بھر نہ نہائے تب بھی روزہ نہیں جاتا البتہ اس کا گناہ الگ ہوگا۔

مسئلہ: کسی بھی قسم کا ٹیکہ خواہ وہ عضلاتی ہو یا وریدی ہو لگانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ یہاں تک کہ اگر کسی طبی ضرورت سے گلوکوز کی بوتل بھی چڑھائی جائے تب بھی روزہ نہیں ٹوٹتا۔ محض روزہ کی مشقت کم کرنے کے لیے Drip یعنی گلوکوز کی بوتل لگوانا مکروہ ہے پھر بھی روزہ نہیں ٹوٹتا۔ اسی طرح خون چڑھانے سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا۔ وہ چیزیں جن سے روزہ ٹوٹتا ہے اور صرف قضا واجب ہوتی ہے۔

کفارہ اس وقت واجب ہوتا ہے جب روزہ توڑنے کا جرم کامل درجے میں پایا جائے اور اگر روزہ توڑنا کامل درجے کا نہ ہو تو کفارہ واجب نہیں ہوتا۔ کامل درجہ نہ ہونے کی مختلف صورتیں ہیں مثلاً

جب کوئی چیز کھائی ہو یا پی ہو

قصداً نہ کھائی ہو بلکہ غلطی سے منہ میں چلی گئی ہو۔

مسئلہ: کھلی کرتے وقت حلق میں پانی چلا گیا اور روزہ یا دتھا تو روزہ جاتا رہا اور قضا واجب ہوگی۔
 مسئلہ: اگر کسی کو جمائی آئی اس نے اپنا سر اٹھایا اور اس کے حلق میں مثلاً بارش کا قطرہ ٹپک گیا تو روزہ ٹوٹ جائے گا کیونکہ منہ بند کر کے اس سے بچ سکتا تھا۔

مسئلہ: کسی نے یہ خیال کر کے کہ ابھی صبح صادق نہیں ہوئی کچھ کھاپی لیا جب کہ وہ روزے کی نیت کر چکا تھا۔ بعد میں پتہ چلا کہ اس وقت صبح صادق ہو چکی تھی تو اس پر صرف قضا ہوگی کفارہ نہیں ہوگا کیونکہ اس کا روزہ توڑنے کا ارادہ نہیں تھا۔ اسی طرح کسی نے یہ گمان کر کے کہ سورج غروب ہو گیا ہے روزہ افطار کر لیا پھر پتہ چلا کہ اس وقت سورج غروب نہیں ہوا تھا تو صرف قضا آئے گی۔

زبردستی حلق ڈال میں دی گئی ہو

مسئلہ: روزہ دار کے حلق میں زبردستی پانی یا کوئی اور چیز ڈال دی گئی ہو تو روزہ ٹوٹ جائے گا البتہ صرف قضا واجب ہوگی۔

قصداً کھائی ہو لیکن

(الف) اضطراب اور لاچارگی کی حالت میں کھائی ہو۔

مسئلہ: کسی نے نلکری یا لوہے کا ٹکڑا کھا لیا تو روزہ ٹوٹ گیا اور صرف قضا واجب ہوگی۔

مسئلہ: اسی طرح اگر کسی نے روٹی یا گھاس یا کاغذ نگل لیا ہو تو روزہ ٹوٹ جائے گا اور صرف قضا لازم ہوگی۔

مسئلہ: اگر درخت کے پتے ایسے کھائے جو عام طور سے کھائے نہیں جاتے تو ان سے بھی قضا لازم ہوگی۔

مسئلہ: اگر کوئی سونا یا چاندی یا جوہرات میں سے کسی کو نگل گیا تو قضا لازم ہوگی۔

(ج) ایسی چیز ہو جس سے طبیعت نفرت کرتی ہو۔

مسئلہ: اگر چبائے ہوئے لقمہ کو منہ سے نکال کر دوبارہ منہ میں ڈالا اور کھا گیا۔

مسئلہ: بلا ارادہ خود بخود منہ بھر کر قے آئی پھر روزہ یاد ہوتے ہوئے قصداً اس کو منہ کے اندر سے ہی

واپس نگل لیا خواہ تمام کو ننگے یا کچھ کو ننگے جب کہ نگلی ہوئی تعداد چنے کے برابر یا اس سے زائد ہو۔

مسئلہ: سحری کھانے میں جو گوشت یا کوئی اور چیز دانتوں کے درمیان رہ گئی تھی روزے میں اس کو

دانتوں کے درمیان سے نکال کر منہ کے اندر سے نگل لیا جب کہ وہ چنے کی مقدار کے برابر یا اس سے زائد ہو۔

مسئلہ: منہ سے خون نکلتا ہے اس کو تھوک کے ساتھ نگل گیا تو روزہ ٹوٹ گیا۔ البتہ اگر خون تھوک سے کم

ہو اور خون کا مزہ حلق میں معلوم نہ ہو تو روزہ نہیں ٹوٹا۔

مسئلہ: نکسیر کا خون حلق سے پیٹ میں چلا جائے تو روزہ ٹوٹ گیا۔

مسئلہ: اگر آنکھ سے آنسو نکلیں اور روزہ دار کے منہ میں داخل ہو جائیں اگر ایک دو قطرے ہوں تو روزہ نہیں ٹوٹے گا کیونکہ اتنے سے بچنا ممکن نہیں اور اگر زیادہ ہوں کہ ان کی نمکینی اپنے سارے منہ میں پاتا ہو اور پھر ان کو نگل جائے تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔ یہی حکم پسینہ کا ہے۔

مسئلہ: دن کو سرمہ لگانا، تیل لگانا، خوشبو سوگھنا درست ہے۔ اس سے روزہ میں کچھ نقصان نہیں آتا چاہے جس وقت ہو بلکہ اگر سرمہ لگانے کے بعد تھوک یا رینڈھ میں سرمہ کا رنگ دکھائی دے تو بھی روزہ نہیں گیا، نہ مکروہ ہوا۔

مسئلہ: آنکھ میں دوا ڈالنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا اگرچہ دوا کا ذائقہ حلق میں محسوس ہو۔

مسئلہ: آپ ہی آپ تپتے ہوگی خواہ تھوڑی ہوئی ہو یا زیادہ یعنی منہ بھر کر ہوئی ہو پھر خواہ وہ منہ سے باہر نکل آئی ہو یا آپ ہی آپ حلق میں چلی گئی ہو روزہ نہیں ٹوٹتا۔

مسئلہ: کسی دوا کی بھاپ لینے یا تنگی نفس میں Inhaler استعمال کرنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ اور قضا اور کفارہ دونوں واجب ہوتے ہیں البتہ اگر Inhaler یعنی پمپ کا استعمال جان جانے کے خوف سے کیا ہو تو صرف قضا واجب ہوگی۔

مسئلہ: رمضان کے مہینے میں اگر کسی کا روزہ اتفاقاً ٹوٹ گیا تو روزہ ٹوٹنے کے بعد بھی دن میں کچھ کھانا پینا درست نہیں۔ سارا دن روزہ داروں کی طرح رہنا واجب ہے۔

مسئلہ: حاملہ عورت کو کوئی ایسی بات پیش آگئی جس سے اپنی جان کا یا بچے کی جان کا ڈر ہے تو روزہ توڑ ڈالنا درست ہے۔

مسئلہ: اچانک ایسا بیمار پڑ گیا کہ اگر روزہ نہ توڑے گا تو جان پر بن جائے گی یا بیماری بہت بڑھ جائے گی تو روزہ توڑ دینا درست ہے جیسے دفعتاً پیٹ میں ایسا درد اٹھا کہ بے تاب ہو گیا یا سانپ نے کاٹ لیا تو دوائی پی لینا اور روزہ توڑ ڈالنا درست ہے۔ لیکن اگر انجکشن کے ذریعے علاج ممکن ہو تو حتی الوسع روزہ نہ توڑے بلکہ انجکشن لگوائے۔





دینی مسائل کے حل اور سوالات کے جوابات کے لیے
دارالافتاء جامعہ دارالتقویٰ کی طرف سے واٹس ایپ پر

مستند مفتی حضرات کا ایک پینل

آن لائن

03004113082

اوقات کار: صبح 8 تا نماز عشاء



جامعہ دارالتقویٰ کی جانب سے

واٹس ایپ (whatsapp) پر

دینی معلومات کا سلسلہ

جاری ہے۔

آپ بھی اپنے واٹس ایپ پر دینی معلومات حاصل کر سکتے ہیں۔

دینی معلومات حاصل کرنے کے لیے

اپنے واٹس ایپ سے RINFO لکھ کر 03222333224 پر بھیجیں۔



جَامِعَتُكَ اِرْتَقَى

محترم و مکرم جناب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

امید ہے کہ آپ خیر و عافیت سے ہوں گے۔

جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ جامعہ دارالتقویٰ ملک کی معروف دینی درس گاہوں میں سے ایک ہے۔ اللہ کے فضل سے جامعہ جس کی ابتدا 1967ء میں ایک حفظہ کے مدرسے سے ہوئی تھی آج اس کی 22 شاخیں پورے ملک میں علم دین کی اشاعت میں مصروف عمل ہیں۔

جامعہ میں شعبہ حفظہ، شعبہ کتب (درس نظامی کورس) تخصص اور سکول کے شعبوں میں 3500 سے زائد طلباء و طالبات علم دین سے مستفید ہو رہے ہیں۔ الحمد للہ اس کے علاوہ جامعہ مزید مختلف شعبوں پر بھی کام کر رہا ہے جیسے مختلف عنوانات پر عوام کی دینی رہنمائی کے لئے سیناراز اور سوشل میڈیا پر نٹ میڈیا کے ذریعہ عوام کی دینی رہنمائی کرنا۔

جامعہ کے سارے نظام کو چلانے میں اللہ تعالیٰ نے جس طرح اہل جامعہ کی خدمات کو قبول کیا ہے اسی طرح آپ حضرات کی توجہ اور دعائیں بھی شامل رہی ہیں۔ جامعہ کی مختلف شعبہ جات میں ترقی کے باعث ضروریات اور اخراجات میں بھی بے حد اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔

جامعہ آپ حضرات کا شکر یہ ادا کرنے کے ساتھ ساتھ آپ حضرات سے زکوٰۃ، صدقات کی مدد میں تعاون بڑھانے کا خواہنا ہے۔ آپ حضرات سے یہ بھی گزارش ہے کہ اپنے متعلقین کو بھی اس کار خیر کی طرف متوجہ فرمائیں تاکہ اجر و ثواب میں آپ کا حصہ مزید بڑھ سکے۔ نیز جامعہ نے تین سال کا ایک قطعہ ارضی خریدی ہے جس پر دارالقرآن کی تعمیر کا ارادہ ہے اس میں اپنے بزرگوں کیلئے صدقہ جاریہ کے طور پر حصہ لیں۔

اللہ تعالیٰ کا قرآن شریف میں ارشاد ہے، کون ہے جو اللہ کو اچھا قرض دے پھر اللہ اس کو بہت بڑھا کر دیگا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے جو شخص نیکی کی طرف کسی کی رہنمائی کرتا ہے اس کو اتنا ہی اجر ملتا ہے جتنا نیکی کرنے والے کو۔ رمضان میں نیکی کا اجر کئی گنا بڑھ جاتا ہے۔ نیز چونکہ اکثر اہل ثروت حضرات رمضان المبارک میں اپنی زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اسلئے آپ حضرات سے عرض ہے کہ اپنے متعلقین کو بھی رمضان المبارک میں اس کار خیر کی طرف متوجہ فرمائیں۔

امید ہے کہ اس تعاون علی الخیر میں مزید آگے بڑھ کر حصہ لیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی کوششوں کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت عطا فرما کر دنیا و آخرت کی کامیابی کا ذریعہ بنائے۔

جزاک اللہ خیراً و احسن الجوارہ

مخانب: انتظامیہ
جامعہ دارالتقویٰ



MIB

ایم آئی بی

اگہنٹ ٹائل DARUL TAQWA TRUST

بمراجہ کوڈ 159

اگہنٹ نمبر 1001820660001

ایم بی بی کی اسلامک بینکنگ

مرکزی دفتر: بشپل جامع مسجد الہدال، چوہدری پارک، لاہور
03217771130/04237414665

DAR UT-TAQWA (TRUST)

Mutasil Jame Masjid Al-Hidai Choubury Park, Lahore

+92322333224 darultaqwa.online@gmail.com ita4u@yahoo.com

www.darultaqwa.org jamiadarultaqwa Multi Online: +923004113082